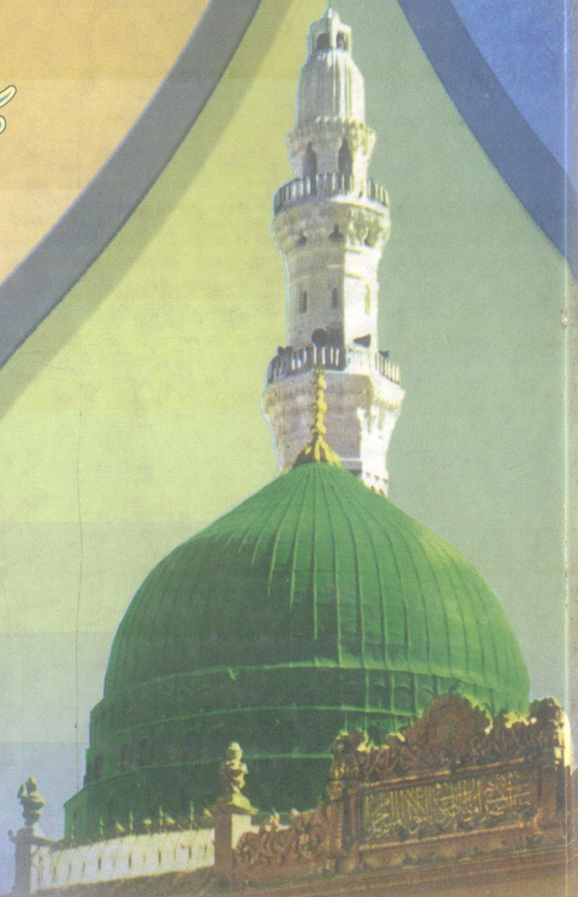
اقبال کے مذہبی عقائد

ڈاکٹر محمود احمد ساقی



نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
11- گنج بخش روڈ لاہور
042-7313885

تزئین واہتمام

سیّد شجاعت رسول شاہ قادری

نام کتاب -------- اقبال کے مذہبی عقائد

مصنف -------- ڈاکٹر محمود احمد ساقی

تعداد صفحات -------- 144

اشاعت -------- جولائی 2003ء

تعداد -------- 1100

مطبع -------- اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر -------- نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور

قیمت -------- -/75 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

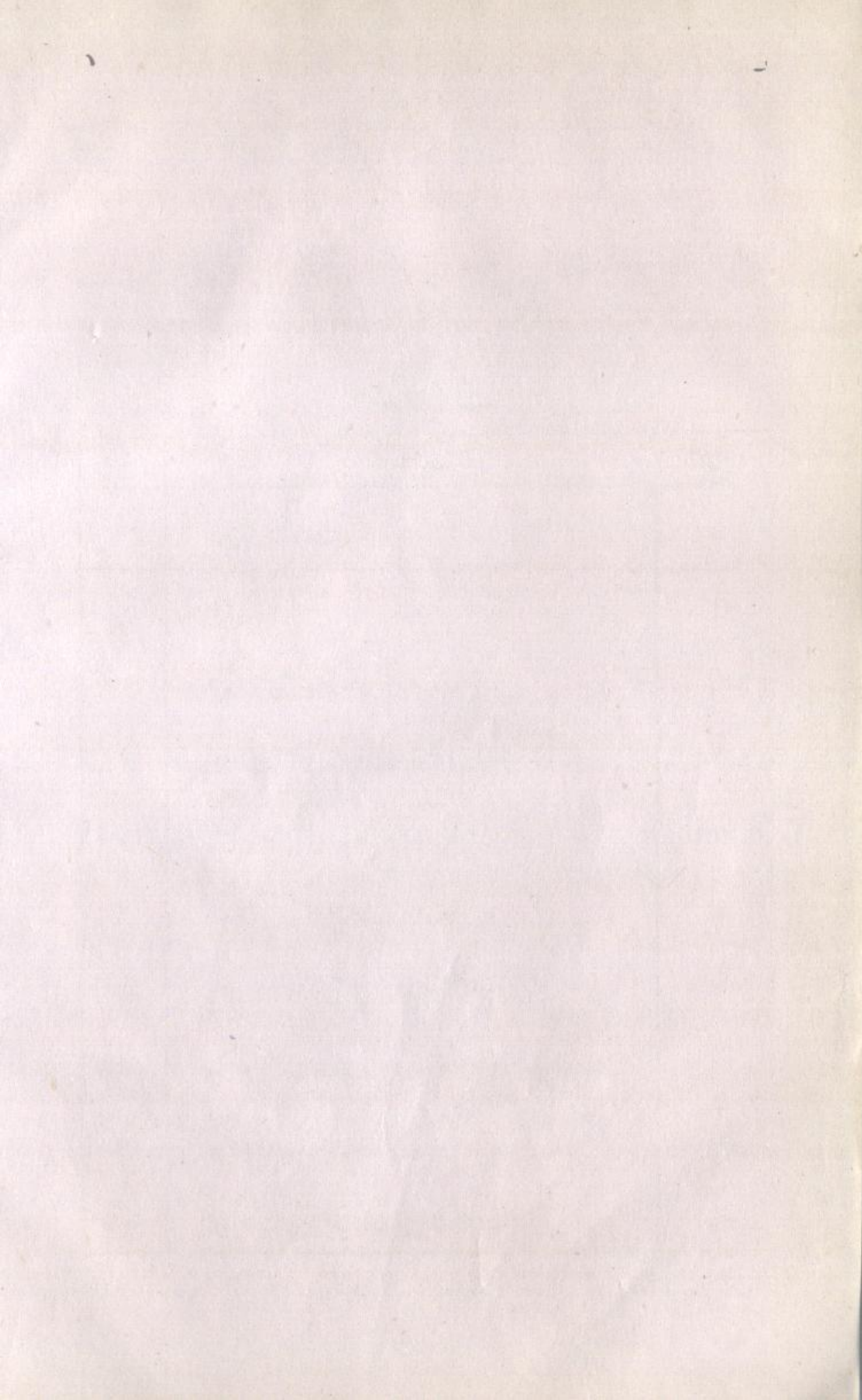
اقبال کے مذہبی عقائد

ڈاکٹر محمود احمد ساقی



نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
۱۱- گنج بخش روڈ لاہور
042-7313885

مندرجات



رحمتہ للعالمین ﷺ

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و با یزید تیرا جمالِ بے نقاب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہَ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب
تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوہَ بے حجاب سے

(ضرب کلیم:۱۱۳:۱۱۴)

انتساب

برصغیر پاک و ہند میں اہل سنت و جماعت کی
سب سے بڑی یونیورسٹی اور اپنی مادر علمی
جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے نام
..........اس خواہش کے ساتھ ع

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہار

(محمود احمد ساقی)

تأثرات

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علامہ اقبال بین الاقوامی اسلامی مفکر ہیں ان کے افکار کو پوری دنیا میں حیرت انگیز پذیرائی حاصل ہے، دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے کلام کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ان کے کلام میں زندگی کی حرارت ہے، جو پڑھنے والے کے خون کی گردش کو تیز کر دیتی ہے، یہ ولولہ اور یہ جوش انہیں قرآن پاک کے گہرے مطالعہ سے حاصل ہوا علامہ کہتے ہیں۔

رمز قرآں از حسین آموختیم

ز آتش او شعلہ ہا افروختیم

ہم نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے رمز قرآن سیکھی ہے، اور ان کے جذبۂ بے تاب سے ہم نے کئی شعلے روشن کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے اظہار واعتراف کے ساتھ اس کی بارگہ میں ان کا شوخ لب ولہجہ نیاز کی بجائے ناز بندگانہ کی عکاسی کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ناز کی بجائے سراپا نیاز دکھائی دیتے ہیں، بزرگان دین خصوصاً پیر رومی سے حد درجہ متاثر ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ قومِ رسولِ ہاشمی سرتاپا اسلام کے رنگ میں رنگی جائے اور غیر مسلموں کی صنعتی اور سائنسی ترقی کی چکاچوند سے قطعاً متاثر نہ ہو، وہ مسلمانوں کی رگوں میں جمے ہوئے خون کو ایمان کی لودے کر انہیں شعلۂ جوالہ بنا دینا چاہتے ہیں۔

مسلمان الگ قوم ہیں اور غیر مسلم الگ، خواہ وہ ہندو ہوں یا سکھ اور عیسائی یہی دو قومی

نظریہ ہے جس کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہے، اس کے مقابل نظریۂ وطنیت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ملک کے رہنے والے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ایک قوم ہیں، مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے جب ایک بیان میں کہا کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں تو علامہ اقبال نے اس کا سخت نوٹس لیا اور مشہور زمانہ اشعار کہے۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

کانگریسی فکر رکھنے والے قلمکار یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ علامہ نے بعد میں مدنی صاحب سے معافی مانگ لی تھی، علامہ کا مقالہ ”جغرافیائی حدود اور مسلمان“ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے جذبات کی رو میں یہ اشعار نہیں لکھے تھے، بلکہ بہت پہلے سے ان کا یہی نظریہ تھا اور وہ پوری شدت کے ساتھ اس پر قائم تھے اور نظریۂ وطن کی تردید کرتے تھے۔ علامہ لکھتے ہیں۔

میں نظریۂ وطنیت کی تردید اس زمانے سے کر رہا ہوں، جب کہ دنیائے اسلام اور ہندوستان میں اس نظریہ کا کچھ ایسا چرچا بھی نہ تھا، مجھ کو یورپین مصنفین کی تصانیف سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی تھی کہ یورپ کی ملوکانہ اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریہ وطنیت کی اشاعت کی جائے۔

چنانچہ ان لوگوں کی یہ تدبیر جنگ عظیم میں کامیاب بھی ہوگئی اور اس کی انتہا یہ ہے کہ ہندوستان میں اب مسلمانوں کے بعض دینی پیشوا بھی اس کے حامی نظر آتے ہیں، زمانہ کا

---

[1] عبدالواحد سید: مقالات اقبال، آئینہ ادب لاہور (۱۹۸۸ء) ص ۲۶۳

[2] ایضاً ص ۲۷۷

الٹ پھیر بھی عجیب ہے۔ ایک وقت تھا کہ نیم خواندہ، مغرب زدہ پڑھے لکھے مسلمان تفرنج (انگریز بننے کی فکر) میں گرفتار تھے، اب علماء اس لعنت میں گرفتار ہیں، شاید یورپ کے جدید نظریے ان کے لئے جاذب نظر ہیں۔ مگر افسوس

نو نہ گردد کعبہ را رخت حیات

گر ز افرنگ آیدش لات و منات [1]

ان کے نظریے کی شدت اور پختگی کا اندازہ ان کلمات سے ہوسکتا ہے۔

یہ نفسیاتی تجزیہ ہے اس تیرہ بخت انسان کا جو اس روحانی جذام (کوڑھ) میں گرفتار ہو جائے۔[2]

علامہ کا یہ مقالہ پڑھنے کے بعد کسی طرح بھی یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اپنے نظریے سے رجوع کرلیا تھا۔

یہی وہ دوقومی نظریہ ہے جس کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا اور جس کی بھرپور ترجمانی امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے بعد امام احمد رضا خان بریلوی اور علامہ اقبال نے کی۔

آج اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ نئی نسل کو دوقومی نظریہ سے پوری طرح روشناس کرایا جائے، تاکہ انہیں معلوم ہو کہ پاکستان صرف معاشی مقصد کے تحت قائم نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کی اصل بنیاد یہ تھی کہ ایک ایسا خطۂ زمین حاصل کیا جائے جہاں نظام مصطفیٰ ﷺ کا راج ہو اور مسلمان احکام الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کریں اور ملک امن وامان کا گہوارہ ہو۔

علامہ اقبال پر بہت کچھ لکھا گیا اور آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ علامہ کے مذہبی عقائد پر بھی لکھا جاتا، کیونکہ ان کے سیاسی افکار کی بنیاد بھی مذہب ہی ہے۔

عزیز محترم ڈاکٹر محمود احمد ساقی نے پیش نظر کتاب ''اقبال کے مذہبی عقائد'' میں کلام اقبال کی روشنی میں ان کے مذہبی عقائد پیش کیے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ علامہ اقبال مسلک اہل سنت و جماعت کے عقائد کا پرچار کرنے والے اور دل کی گہرائی سے ان عقائد کی

---

[1] رحیم بخش شاہین، پروفیسر: اوراق گم گشتہ (لاہور) ص ۲۸-۲۶۷

(ب) محمد منشا تابش قصوری، مولانا: دعوت فکر (طبع لاہور) ص ۸

ہے، اور سر اونچا کر کے چلنے کے قابل بنا سکتی ہے۔ چنانچہ اقبال نے اپنی شعری توانائیاں اسی پیغام رحمت و محبت کو عام کرنے کے لئے وقف کر دیں، اور قوم کو درس دیا کہ وہ عشق رسالت کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرے، یہی معراج انسانیت ہے۔

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

گر باو نرسیدی تمام بو لہبیست

اقبال خود کو شاعر نہیں بلکہ مصطفوی پیغام رساں سمجھتے تھے، شاعری ان کے نزدیک فقط پیغام رسانی کا ایک مؤثر ذریعہ تھی جو ان کے محبت و حکمت سے لبریز نظریات کی ترجمان تھی، مگر احباب انہیں شاعر کہنے پر مصر تھے، جس کا انہوں نے بارگاہ رسالت میں شکوہ بھی کیا۔

من اے میر عرب داداز تو خواہم

مرا یاراں غزل خوانے شمر دند

چونکہ اقبال کے ہاں، ذات رسالت کے ساتھ وابستگی، احیاء وارتقاء کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے انہوں نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو "مرکز محبت" کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور بڑے والہانہ انداز میں سرکار کا تذکرہ کیا ہے، جس سے ایمان میں تازگی اور عشق میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، اور انسان قرب و حضور کے مزے لوٹنے لگ جاتا ہے۔

ذاتِ رسالت کے ساتھ جذباتی و روحانی اور ایمانی وابستگی کا تقاضا ہے کہ امتی ان کے بے مثل خصائص و فضائل اور وہبی کمالات پر ایمان لائے، ان کے ساتھ روحانی تعلق پر ناز کرے، اور روحانی امداد و اعانت اور خصوصی نگاہ کرم کا طالب ہو، اقبال ایک ایسے ہی طالب صادق اور عاشق امتی تھے۔ اور اپنے آقا کے حضور خصوصی نسبت کی بنا پر، روحانی و نورانی فیوض و برکات کے لئے درخواست پیش کرتے رہتے تھے، اور انہیں خوشتر و زیباتر و محبوب تر سمجھتے تھے۔

عام قارئین کی نظر سے فکر اقبال اور اس کے عقائد و نظریات کا یہ پہلو واضح و نمایاں ہونے کے باوجود، یکجا نہ ہونے کی وجہ سے پردۂ اخفا میں تھا، ضرورت تھی کہ اس پہلو سے بھی کلام اقبال کا مطالعہ کیا جائے، تاکہ اس کے عشق و محبت پر مبنی عقائد سب کے سامنے آ جائیں۔

ڈاکٹر محمود احمد ساقی، قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس ضرورت کو بروقت محسوس کیا، اور جسمانی دوا دارو کے ساتھ روحانی دوا دارو کی طرف بھی توجہ دی، اور وقت نکال کر اس موضوع پر افکار اقبال کو یکجا کیا، احباب اہلسنت یقیناً ان کی اس کوشش کو سراہیں گے، اور مصروفیت کے باوجود اس کاوش کے لئے وقت نکالنے کی داد دیں گے، مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے، اور احباب اہلسنت کے لیے مفید بنائے، آمین۔

محمد معراج الاسلام

تقریظِ سہیل

پروفیسر سہیل احمد قادری

علامہ اقبال کے فکروفن، شخصیت اور خصوصاً شاعری پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ''تفہیم اقبال'' کا پہلو ان میں بہت کم پیش نظر رکھا گیا ہے یہ بات مسلمہ ہے کہ علامہ کے فکر و فلسفہ کا حاصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ لیکن اس موضوع پر یا تو اقبال کا فارسی میں اظہار تفہیم اقبال کے لیے سدراہ بنایا پھر جن لوگوں نے اقبال پر لکھا انہوں نے علامہ کے مقصود کو اتنی اہمیت نہ دی جتنی کہ دینی چاہیے تھی۔ اس موضوع پر صرف پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی دو مستقل تصانیف اقبال کا تصورِ عشق اور اقبال اور پیغام عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راقم کی نظر سے گزری ہیں جو کہ اس موضوع پر بہترین راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اب ضرورت تھی کہ اس موضوع پر کوئی ایسا شخص قلم اٹھائے جو اس موضوع کے ساتھ انصاف کر سکے۔

مجھے خوشی ہے کہ یہ سعادت علامہ ساقی صاحب جیسے جدید و قدیم علوم سے بہرہ ور شخص کے حصہ میں آئی ہے۔ موصوف نے واقعتہً اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ ساقی صاحب جہاں یونیورسٹی سے ماسٹر ڈگری رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ نظامیہ رضویہ جیسی قدیم دینی درس گاہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں عقائد اقبال کی توضیح دس (۱۰) عنوانات کے تحت کی گئی ہے۔ اس لیے کہیں کہیں طلباء کی تفہیم کے لیے سوالاً جواباً کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو کہ کتاب کی مزید افادیت کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ پاکستان کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ اس لیے یہ طریقہ طلباء کے لیے زیادہ مفید رہے گا۔

ساقی صاحب راسخ العقیدہ سنی عالم دین ہیں۔ اس لیے انہیں ہر وقت سنی عقائد کی ترویج و اشاعت کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ اس تصنیف میں بھی یہی فکر روح کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔ میرے خیال میں یہی فکر انہیں رات بھر سونے نہیں دیتی اور دن کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ یہی فکر ان کی دوسری طبع شدہ کتب سے ظاہر ہے۔ ان کی دیگر کتب حسب ذیل ہیں:

۱۔ تاریخی مناظرے۔
۲۔ اسلامی عقائد قرآن وسنت کی روشنی میں۔
۳۔ آدابِ شیخ کی شرعی حیثیت،
۴۔ حاضر وناظر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
۵۔ ترجمہ القول البدیع
۶۔ ایمان والدین مصطفیٰ اور قرآن
۷۔ اقبال واحمد رضا کے فکری زاویے
۸۔ اقبال اور موجودہ فرقہ واریت کا حل

زیرِ نظر تصنیف میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں مسلمان اور صحیح سنی العقیدہ شخص کا جو عقیدہ ہونا چاہیئے۔ اسے علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے فکر وفلسفہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ساقی صاحب کی درس نظامی کے مضامین پر گرفت بڑی مضبوط ہے۔ میں نے خود کئی دفعہ ان کے جامعہ میں اسباق کی سماعت کی ہے۔ عربی، فارسی، اردو کے ہزاروں اشعار انہیں یاد ہیں۔ غالباً خود بھی شاعری کرتے ہیں۔ لیکن مخصوص لوگوں کے سوا کسی سے اس بات کا ذکر نہیں کرتے۔

جامعہ اسلامیہ پاکستان میں علامہ ساقی صاحب سے مل کر علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ بڑی شدت سے یاد آتے ہیں۔ ساقی صاحب کی باتوں سے علم دوستی کا وہی لہجہ اور وہی خوشبو محسوس ہوتی ہے جو علامہ علیہ الرحمہ ہی کا خاصہ تھا۔ میں نے ایک عرصہ تک

علامہ اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ سے کسبِ فیض کیا ہے۔ بلکہ مجھے درسِ نظامی کی تحصیل پر راغب کرنا انہیں کی شفقتوں کا نتیجہ ہے۔ علامہ کی علمی مجلس اہل شوق کے لئے بہت بڑی رحمت تھی۔ جسے ساقی صاحب نے دوبارہ آباد کیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ میرے دونوں صاحبان میں فکر رضا قدر مشترک ہے۔ میں یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا، علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ کے بعد میں نے امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے فیضان کا امین علامہ ڈاکٹر محمود احمد ساقی صاحب کو پایا ہے۔

اس کتاب میں چند اہم سوالوں کے مدلل و مسکت جواب ہیں۔ قارئین یقیناً میری طرح لہجے کی جدت اور اسلوب کی ندرت کو سراہیں گے۔ اس کتاب کے اسلوب کی تحسین شیخ الحدیث مولانا معراج الاسلام صاحب، پروفیسر ملک ظہور الٰہی صاحب، ملک التحریر محمد عبد الحق ظفر چشتی صاحب، علامہ ظہور اللہ صاحب اور حافظ محمد اعظم صاحب نے راقم کے سامنے بیان فرمائی۔

ساقی صاحب اپنی جیب سے کتابیں طبع کراتے ہیں۔ سنی رضوی جامع مسجد میں خطابت، جامعہ اسلامیہ میں تدریس اور مختلف مساجد میں دروس قرآن۔ یہ خدمت ذریعہ معاش نہیں ہے بلکہ ایک فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ ہمارے اکابرین صوفیاء کا یہی طریقہ رہا ہے۔ جس پر ساقی صاب سختی سے عمل پیرا ہیں۔ ایسے میں مسلکی و مذہبی موضوعات پر کتابیں لکھنا اور چھاپنا انہی کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی و کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین۔

سہیل احمد قادری
ایم۔ ایس۔ سی ریاضی
R-327 ماڈل ٹاؤن لاہور

تقریظ

علامہ حافظ مبشر احمد

اللہ تعالیٰ نے اپنا ضابطۂ ہدایت انسانوں کی وساطت سے دوسرے انسانوں تک بھیجا۔ جس انسان کی وساطت سے خدا کی کتاب دوسرے انسانوں کو ملتی ہے۔ اسے خدا کا رسول (پیغامبر) کہا جاتا ہے۔

یہ رسول خدا کا پیغام انسانوں تک پہنچاتا اور اس کے ساتھ اس پر عمل کر کے دکھاتا اور اس طرح انسانی معاشرہ کو ان خطوط پر متشکل کرتا ہے جو اس ضابطۂ خداوندی کا مقصود تھا۔

اس ذات اقدس واطہر کی سیرتِ طیبہ پر نگاہ ڈالیے جس نے انسانوں کو اس طرح خدائی کے رنگ میں رنگ دیا کہ ان کے ہاتھ تقدیر بن گئے اور پھر سوچیے کہ کیا دنیا میں کوئی اور انسان بھی ہے جو اتنے بلند مقام پر کھڑا انسانیت کو اس معاشرہ کی طرف دعوت دے رہا ہے جسے اقبال جیسا صاحب فکر شخص ''اشہب دوراں'' قرار دیتا ہے۔ ہر چند وہ ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عظمت مقام کے لیے انسانی تائیدات وسندات کی محتاج نہیں لیکن جسے اس قسم کی تائید اور سند درکار ہو وہ اس باب میں ایک غیر مسلم مؤرخ کی شہادت سن لے اور خود دیکھ لے کہ جنہوں نے اس بے مثال رسول کا غیر جانبدار مطالعہ کیا ہے وہ اس باب میں کس نتیجہ پر پہنچتے ہیں (LAM ARTCIRE) لکھتا ہے:

> ''دنیا میں کسی انسان نے برضا ورغبت یا طوعاً وکرہاً محمد ﷺ کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔''

یہ نصب العین عام انسانی سطح سے بہت بلند تھا۔ مافوق البشر نصب العین۔

یہ نصب العین کیا تھا؟ خدا اور بندے کے درمیان جو توہمات کے پردے حائل ہو چکے

تھے انہیں ایک ایک کر کے اٹھا دینا اور اس طرح خدا کو انسان کے سینے میں سمو دینا اور انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور باطل خداؤں کے ہجوم میں ایک منزہ خدا کا مقدس اور معصوم تصور پیش کرنا آج تک کبھی کسی انسان نے اس کی ہمت نہیں کی کہ اس قسم کے عظیم الشان کام کا بیڑہ اٹھائے جو اس طرح انسانی بس سے باہر ہو اور اس کے ذرائع اس قدر مسدود ہوں۔

اس لیے کہ نہ اس وقت جب اس نے اہم فریضہ کا تصور کیا تھا اور نہ اس وقت جب اس کی عملی تشکیل کے لیے قدم اٹھایا تھا۔ اس کے پاس اپنی ذات یا صحرا کے ایک گوشے میں بسنے والے مٹھی بھر انسانوں سے زیادہ کوئی ساز و سامان اور ذریعہ اور وسیلہ تھا۔

اس فقدانِ ذرائع کے ساتھ آج تک کبھی کسی انسان نے دنیا میں اس قسم کا عظیم و ہمہ گیر انقلاب پیش نہیں کیا، وہ انقلاب جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دو سو سال کے اندر اندر اسلام عملاً اور اعتقاداً تمام عرب پر حکمرانی کر رہا تھا اور اس لیے خدا کے نام پر ایران، خراسان، مغربی ہندوستان، شام، مصر، حبش، شمالی افریقہ کا وہ تمام علاقہ جو اس وقت تک معلوم ہو سکا تھا، نیز بحر روم کے متعدد جزائر اور ہسپانیہ تک کو فتح کر لیا۔

اگر نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور نتائج کی درخشندگی انسانی (Human Genius) کا معیار ہیں تو وہ کون ہیں جو اس باب میں محمد کے مقابلہ میں کسی اور انسان کو پیش کرنے کی جرأت کر سکے۔

دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کر سکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں لیکن اس انسان نے صرف جیوش و عساکر، مجالس قانون ساز وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہی حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی جو اس زمانہ کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے تھے اور ان سے بھی کہیں زیادہ اس کی شخصیت نے قربان گاہوں، دیوتاؤں، مذاہب و مناسک تصورات و متقدرات بلکہ روحوں تک کو بدل دیا۔

اس نے ایک ایسی کتاب کی اساس پر جس کا ایک ایک لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے، ایک ایسی قومیت کی بنیاد رکھی جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کر دی۔ یہ لافانی امت اور باطل کے خداؤں سے سرکشی اور بیزاری اور ایک خدائے وحدہ کے لیے والہانہ جذب و عشق، یہ ہیں دنیا میں اس عظیم ہستی کی یادگاریں۔

افسانوی خداؤں کے ہجوم میں ایک خدا کے تصور کا اعلان بجائے خویش ایک ایسا معجزہ تھا کہ جونہی یہ الفاظ اس مناد کی زبان سے نکلے اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ختم کر دیا اور ایک تہائی دنیا میں آگ لگا دی۔

اس کی زندگی، اس کی فکری کاوشیں، توہم پرستی کے خلاف اس کی مجاہدانہ جدوجہد اور باطل خداؤں کے غیظ و غضب کو استحقار کی ہنسی سے ٹھکرا دینے کی عظیم جرأت، مکی زندگی میں متواتر تیرہ برس تک تمام مصائب و نوائب کے مقابلہ میں استقلال، مخالفین کی تکذیب و تضحیک کا خندہ پیشانی سے استقبال یہ تمام مشکلات اور پھر ان کے بعد اس کی ہجرت اس کی مسلسل دعوت و تبلیغ، اس کا غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پر یقین محکم اور نامساعد حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیت خاطر، فتح و کامرانی میں تحمل و عفو، سلطنت سازی کے لیے نہیں بلکہ اپنے الوہیاتی مقصد کی کامیابی کے لیے اس کی امنگیں اور آرزوئیں وجد و کیف کی دنیا میں اس کی متواتر نمازیں اور دعائیں، اپنے اللہ سے راز و نیاز کی باتیں، اس کی حیات، اس کی ممات اور بعد از موت اس کی مقبولیت، یہ تمام حقائق کس قسم کی زندگی کی شہادت دیتے ہیں؟ کیا ایک مکذّب یا مفتری کی زندگی کی یا ایسے انسان کی زندگی کی جس کا اپنے دعوے کی حقانیت پر غیر متزلزل ایمان ہو، اس کا یہی کوہ شکن ایمان تھا۔ جس نے اس میں ایسی لرزہ انگیز اور بے پناہ قوت پیدا کر دی تھی کہ اس نے اپنے عقیدہ کو زندہ اور پائندہ بنا کر دکھا دیا۔

یہ عقیدہ کیا تھا؟ خدا کی توحید اور باطل کی تکذیب

اوّل الذکر یہ بتانے کے لیے کہ خدا کیا ہے اور ثانی الذکر اس کی وضاحت کے لیے کہ خدا کیا نہیں؟

وہ إلّا اور یہ لا

ایک حصہ دنیا سے باطل خداؤں کو مٹانے کے لیے (خواہ اس میں تلوار کی ضرورت کیوں نہ پڑے) اور دوسرا حصہ خدائے حقیقی کی حکومت بچھانے کے لیے بہت بڑا مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنن سپہ سالار، تصورات و اعتقادات کا فاتح، صحیح نظریۂ حیات کو علیٰ وجہ البصیرت قائم کرنے کا ذمہ دار اس نظام کا بانی جس میں باطل خدا ذہنوں تک کی دنیا میں رسائی نہ پاسکیں۔ بیس دنیاوی سلطنتوں اور ان کے اوپر ایک آسمانی بادشاہت کا بانی، یہ ہے مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

ان تمام معیاروں اور پیمانوں کو اپنے ساتھ لے آؤ جن سے انسانی عظمت و بلندی کو ماپا اور پرکھا جاسکتا ہے اور اس کے بعد ہمارے اس سوال کا جواب دو کہ.......... کیا دنیا میں اس سے بڑا انسان بھی کوئی ہوا ہے؟

LAMARTINE HISTORIE DELA TURGUIE
(Vol 11 - PP 276 - 277)

اور ان تمام انسانی شہادتوں سے بلند شہادت، کہ جس سے بلند تر شہادت اور کوئی نہیں ہوسکتی، خود خالق کائنات کی شہادت ہے جس نے فرمایا:

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (پ ۵۳/۷)

(مُحَمَّد) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انسانیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔

انسانیت کے معراج کبریٰ اور شرفِ اعلیٰ کا یہی وہ مقام ہے جس کے پیش نظر خدا اور اس کے فرشتے اس ذاتِ گرامی پر ہزار تحسین و تبریک کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

زیرِ نظر تالیف اقبال کے مذہبی عقائد میں ایک ''پڑھے لکھے'' شخص یعنی علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے نظریات و عقائد کو بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو یہ نظریات و عقائد اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مبشر احمد

جامعہ اسلامیہ فاروقیہ لاہور۔

تقریظ

ڈاکٹر غلام شبیر قادری

اقبالیات جیسے ادق موضوع پر لکھنا یا اظہار خیال کرنا وسیع مطالعہ کا متقاضی ہے۔ چونکہ اقبالیات ایک مستقل مضمون بن چکا ہے۔ اس لیے اس میدان میں وہی لوگ قدم رکھتے ہیں جو اس میدان کی طویل مسافتوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔

اقبال پر لکھنے والوں کے لیے درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ عربی، اردو، انگریزی اور فارسی پر مکمل عبور،

۲۔ تاریخ اسلام سے مکمل آگاہی،

۳۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق عشقی۔

ڈاکٹر محمود احمد ساقی صاحب کی کتاب ''اقبال کے مذہبی عقائد'' تفہیم فکر اقبال کے لیے ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے میرا تعلق دس برسوں پر محیط ہے۔ مختلف مدارس میں درس نظامی کی تحصیل سے لے کر پنجاب یونیورسٹی تک تعلیمی عمل میں ہمارا ایک لمبا ساتھ رہا ہے۔ تدریس کا شعبہ ہم دونوں کا پسندیدہ شعبہ ہے۔ اس میں بھی اکٹھے کام کرتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تدریس میں تفہیم کا ایک خاص انداز پایا جاتا ہے۔ دس برس میں جتنا قریب ہم دونوں رہے ہیں شائد ہی کوئی اتنا قریب رہا ہو۔

ڈاکٹر صاحب کی تعلیمی قابلیت مسلمہ ہے۔ آپ ایک مخلص دوست اور خیر خواہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صائب الرائے شخص بھی ہیں۔ ہر معاملے میں دوٹوک مؤقف رکھتے ہیں۔ دو آراء رکھنے کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور ناپسندیدگی کے یہ نظریات اتنے پختہ ہیں کہ

ایک دوست کے قول کے مطابق:

''ساقی صاحب کا تعلیم بھی کچھ نہیں بگاڑ سکی۔''

ان کا دوستوں سے حسن سلوک اور پیار محبت ہمارے لیے ہمیشہ قابل رشک رہا۔ آپ ایک وسیع المطالعہ شخص ہیں۔ اس مطالعہ کی بنیاد پر ان کے نظریات اتنے پختہ ہیں کہ اکثر لوگ اسی وجہ سے ان سے نالاں ہیں۔

ان کی رائے میں جہاں اخلاص و خیر خواہی ہوتی ہیں وہاں اس کے پیچھے وسیع مطالعہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔ جو نظریات پر ثابت قدم رہنے میں معاون ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں اقبالیات کے شائقین کو جہاں اقبال کو سمجھنے میں مدد ملے گی وہاں ڈاکٹر صاحب نے جس تفہیمی انداز میں اقبال کے خیالات کو پیش کیا ہے۔ میرے خیال میں اقبالیات کے میدان میں یہ کتاب ایک نیا اضافہ ہے اس انداز میں اقبال پر اس سے قبل نہیں لکھا گیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ صاحب پر اپنا فضل و کرم اسی طرح جاری رکھے اور یہ نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے اسی طرح خدمت کرتے رہیں۔ آمین۔

بجاہ سیّد الانبیاء والمرسلین۔

(ڈاکٹر) غلام شبیر قادری

عرض ساقی

لگا کوئی ضرب اس ادا سے کہ ٹوٹ جائیں دلوں کی مہریں
تری قسم تنگ آ گئے ہیں سکوتِ پنہاں سے لوگ ساقی

لکھنے میں دکھن ہے اور پڑھنے میں دکھ ہے۔ بولنے میں سینے کا آزار ہے اور سننے میں اداسی ہی اداسی ہے۔ میرا وجود گھاٹا ہے۔ تمہارا وجود گھاٹا ہے۔ میرا اور تمہارا شہود بھی گھاٹا ہے۔ میں اور تم گھاٹے کے کاروباری اور گھاٹے کے بیوپاری ہیں۔ میرے بولنے کا کچھ حاصل ہے اور نہ تمہارے سننے کا۔ نہ میرے لکھنے کا کچھ حاصل ہے، نہ تمہارے پڑھنے کا، سب کچھ مایا ہے۔ سب کچھ مایا ہے۔

وہ لوگ جنہیں تم بڑا سمجھتے ہو وہ بہت چھوٹے ہیں۔ میں نے انہیں بہت نزدیک سے دیکھا ہے۔ اپنی جھنجھلاہٹ میں انہیں بار بار ٹوکا ہے۔ میں نے ان کی جیب کو ان کے منہ میں روکا ہے اور مسلسل رو کے رکھا ہے۔

میرے لوگو! تحریک پاکستان بلکہ سرے سے پاکستان ہی کے مخالف تمہارے شہروں کے کوتوال بن گئے۔ گویا تمہارے چوکیدار ڈکیٹ ہیں۔ تمہارے مسیحا مریض ہیں اور تمہارے دادرس قاتل ہیں۔ یہ لوگ تمہارے وجود اور تمہارے شہود کی سب سے بڑی بدبختی ہیں۔

قصہ کوتاہ یہ کہ میں اور تم وہاں رہتے ہیں جہاں کے حاکم بدمعاش اور حکیم بھی بد......معاش! میں بولتا ہوں تم سنتے ہو، میں لکھتا ہوں تم پڑھتے ہو۔ پر اس بولنے اور سننے اور اس لکھنے اور پڑھنے کی غرض کیا ہے؟ کبھی سوچا؟

اب میری کہن یہ ہے کہ مجھے اور تمہیں کھل کر بات کرنی چاہئے۔ ہم کھل کر بات نہ کرنے کے روگی ہو گئے ہیں۔ ہم ایک دوسرے ہی سے نہیں خود اپنے آپ سے بھی بے

تکان جھوٹ بولتے ہیں اور اسے سچ کی ترازو میں تولتے ہیں، سنو اور سمجھو! اس کتاب کے عنوان درج ذیل ہیں:

۱۔ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔
۲۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔
۳۔ نورانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔
۴۔ المدد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔
۵۔ حاضر وناظر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔
۶۔ درِرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری اور اقبال کا عقیدہ۔
۷۔ زیاراتِ قبور اور اقبال کا عقیدہ۔
۸۔ تصرف اولیائے کرام علیہم الرحمہ اور اقبال کا عقیدہ۔
۹۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اقبال کا عقیدہ۔
۱۰۔ بدعقیدہ وبدمذہب اور اقبال کا عقیدہ۔

ان عنوانات کے تحت اقبال نے جھوٹ کو ادھیڑ دیا ہے اور سچ کو بن دیا ہے۔
میرے لکھے کو پڑھنے اور بولنے کو سننے والے پڑھ اور سن!
یہ عنوان میری یا اقبال کی تراش نہیں ہیں۔
یہ عنوان تو ہمیشہ سے مسلمانوں کی وظائف میں شامل رہے ہیں۔
یہ عنوان حرزِ جاں، وردِ زباں بن کر قلم مسلماں کی مشقتوں کا حاصل رہے ہیں۔
یہ عنوان عظیم الشان کتابوں کے اخص الخواص موضوع رہے ہیں۔
بلکہ مسلمان کے عقیدے کی روح رہے ہیں۔ ہاں ...... ہاں روح جس کے بغیر جسم صرف قابلِ دفن ہوتا ہے۔ صرف قابل دفن۔

ایک ایمان سوز آندھی چلی تھی ...... اس آندھی کی زد میں خرد خود رو گھاس سے زیادہ بے وقعت ہو گئی تھی۔ مذہبی جرائم پیشہ دندناتے ہوئے ہاتھوں میں وحشی قلم لیے کتابوں کی

پشت پر سوار ہو کر، ہاں ایمان سوز کتابوں کی پشت پر سوار ہو کر...... رقص ایماں سوز کرتے مسلماں کے شہر ایماں میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ مذہبی ناسور دریائے ایمان کے پانی کو پانی کرنا چاہتے تھے۔ روحانیت کے تاج محل میں اپنی کینسر زدہ سوچ کی اینٹیں لگانا چاہتے تھے۔ یہ بڑا کڑا وقت تھا اس وقت منافقت کا نام حکمت و مصلحت نہ تھا۔ اس وقت جھوٹ کو ادھیڑنے اور سچ کو بننے والے لوگ موجود تھے۔ انہیں لوگوں میں ایک اقبال بھی ہے جو حکیم الامت کہلاتا ہے۔ لیکن میں اسے حکیم الامت کے ساتھ ساتھ روحانی کینسر کا معالج بھی سمجھتا ہوں۔

روحانی کینسر

کینسر نمبر ۱:

جوان کارناموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے۔ محمد یا علی نہیں۔ اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (شاہ اسماعیل شہید۔ تقویۃ الایمان ص ۶۸: ۹۸)

اقبال کا عقیدہ:

وہ دانائے سبل، مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(بال جبریل: ۴۱)

کینسر نمبر ۲:

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی،

جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

اقبال کا عقیدہ:

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

کینسر نمبر ۳:

زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۸٦، ۱۳٦، سید احمد شہید)

اقبال کا عقیدہ:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

(ضرب کلیم: ۱۱۳)

کینسر نمبر ۴:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔
(تقویۃ الایمان ص ۵۷، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

کینسر نمبر ۵:

انبیاء اپنی امتوں سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۵، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ)

کینسر نمبر ٦:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔'' (تحذیر الناس ص ۲۸)

کینسر نمبر ۷:

"دروغِ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم (سے) کے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں ...... بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔" (تصفیۃ العقائد ص ۲۲۔۲۳)

کینسر نمبر ۸:

"الحاصل امکان کذب مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے...... پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیا کرام وعلمائے عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۰)

کینسر نمبر ۹:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان ص ۸)

عجم ہنوز نداند رُموزِ دیں وَرنہ
زِ دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست!
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبرز مقامِ محمد عربی ست!

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست!

(ارمغان حجاز: ۲۷۸)

میرے پیارے قاری۔ ذرا سوچ اقبال نے اس کینسر زدہ سوچ کے کس طرح بخیے ادھیڑے ہیں۔ ان کے برعکس ساقی کیا سوچتا ہے؟ کیا کہتا ہے؟ وہ بھی سن لے۔

اظہارِ بندگی

اس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے
اس کا بندہ ہوں جو بندوں کو خدا دیتا ہے

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ!

آپ میری آبرو ہیں۔

میری پہچان

میرا وقار

میرا دبدبہ

میرا رعب

میری چھب

میری پت

میری آن

آپ کے ذکر سے قائم ہے۔آپ میرے ایمان کی جان ہیں۔

میرا نظریہ

میرا عقیدہ

میرا دین

میرا یقین

آپ ہیں۔صرف آپ۔

آپ کے دامن رحمت کا سایہ جنت کی ٹھنڈی چھاؤں سے بھی گھنا اور مسرور کن ہے۔
آپ میری آرزو ہیں اور یہی میرے دل کی معصوم سی آرزو ہے۔کتنی خوشگوار آرزو ہے؟ آپ ہی میرا خواب ہیں اور اس حسین خواب کی تعبیر بھی آپ۔

میرا نغمہ

میرا ساز

میری آواز، سب کچھ آپ ہیں۔
میں نے یہ چند الفاظ سید ھے کیے ہیں یہ بڑی عزت کی بات ہے کہ مجھ جیسا حقیر، کم علم اور بے قرینہ شخص بھی آپ کی بارگاہ میں تحفہ بھیج سکتا ہے۔ یہ میرے لیے بہت بڑا منصب ہے یہ دولت

یہ وجاہت

یہ سطوت

یہ حوصلہ

یہ ولولہ

یہ طنطنہ

یہ نور

یہ اعزاز

آپ کے علاوہ کوئی اور نہ دے سکتا تھا۔

یہ اعزاز میرا عرفان، گیان اور وجدان ہے۔

آپ میرے آقا ہیں۔ میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم...... ایسے آقا کہ آپ پر میرے ماں باپ بھی قربان۔ ...... میرے بہن بھائی اور میرا سارا اثاثہ آپ پر صدقے ...... آپ مالک ہیں...... باقی سب غلام سرتاپا غلام...... جسم وروح کا چلن...... صحیح چلن ہے ہی آپ کی غلامی میں...... صرف آپ کی غلامی میں۔

آپ تو اس وقت بھی غلاموں کے دکھڑے سن لیتے ہیں جب ہر کوئی انہیں دھتکار دے۔

اپنا دکھڑا سنانے کے لئے آپ کے حقیر غلام نے اقبال کو وسیلہ بنایا ہے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اور

بس اسی بات پہ رکھتا ہوں بخشش کی امید
میں نے تیرے نام کو مولاﷺ کبھی بیچا نہیں

محمود احمد ساقی

اقبال کا دعویٰ

گر دِلم آئینۂ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآں مضمر است

پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن
ایں خیاباں راز خارم پاک کن

تنگ کن رخت حیات اندر برم
اہل ملت رانگہدار از شرم

خشک گردان بارہ در انگورِ من
زہر ریز اندر مئے کافورِ من

روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

(اسرار و رموز: ۳۶۴)

ترجمہ!!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرا دل بے جوہر آئینہ ہے اور اگر میں نے قرآن کے علاوہ ایک حرف بھی لکھا ہو تو پھر میرے ناموسِ فکر کا پردہ چاک فرما دیں اور اس باغ ملت کو مجھ جیسے کانٹے سے پاک فرما دیں۔ میرے جسم کے اندر جو رخت حیات ہے یعنی روح ہے اسے ختم فرما دیں اور اہل ملت کو میری ذات سے بچائیں اور محفوظ رکھیں۔ میرے انگور کے اندر ''شراب'' کو خشک کر دیں اور میری کافوری مے میں زہر بھر دیں۔ روز حشر مجھے خوار و رسوا ٹھہرا دیں اور اپنے دیدار سے محروم فرما دیں۔

میلاد النبی ﷺ

اور

اقبال رحمتہ اللہ علیہ

اسوارِ اشہب دوراں بیاے

خیزو قانونِ اخوت سازن — جامِ صہبائے محبت بازن
باز در عالم بیار ایام صلح — جنگ جویاں رابدہ پیغام صلح
شورش اقوام را خاموش کن — نغمہ خود را بہشت گوش کن
بازایں اوراق را شیرازہ کن — باز آئین محبت تازہ کن
رہرواں را منزلِ تسلیم بخش — قوت ایمانِ ابراہیم بخش
نوع انساں مزرع و تو حاصلی — کاروانِ زندگی را منزلی

سجدہ ہائے طفلک و برنا و پیر
از جبین شرمسار مابگیر

بہار سے قبل

اے ظہور تو شبابِ زندگی
جلوہ ات تعبیر خوابِ زندگی

(اسرار و رموز: ۱۹۳)

زمین گرمی کی شدّت سے تمتما اٹھتی ہے۔
تمازتِ آفتاب اس کی رگ سے نم زندگی چوس لیتی ہے۔ آسماں کی شعلہ ریزیاں ساری فضا کو دہکتا ہوا انگارہ بنا دیتی ہیں۔ بادِ سموم کی ہلاکت سامانیاں تازگی و شگفتگی کی ہر نمود کو جھلسا ڈالتی ہیں۔
پھول مرجھا جاتے ہیں۔
شگوفوں کی گردن کے منکے ٹوٹ جاتے ہیں۔
لالہ کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔
پتیاں سوکھ جاتی ہیں۔
شاخیں پژمردہ ہو جاتی ہیں۔
لہلہاتی کھیتیاں خشک ہو جاتی ہیں۔
سرو و صنوبر آتشدان ارضی کے دود کش دکھائی دیتے ہیں۔ تابندہ چشمے دیدۂ کور کی طرح بے نور ہو جاتے ہیں۔ مرمریں ندیاں بے آب رہ جاتی ہیں۔
لو کی دہشت سے سارے کانپتے ہیں۔
راستے ہانپتے ہیں۔
خنکی غاروں میں منہ چھپا لیتی ہے۔
ٹھنڈک سہم کر کنوؤں میں جا دبکتی ہے۔
وفورِ تپش سے سینۂ کائنات میں سانس رکنے لگتی ہے۔ جنگل کے جانور آسمانی شعلوں کی لپیٹ سے کہیں پناہ نہیں پاتے۔ پرندے اپنے گھونسلوں میں نرم و نازک زبانیں نکالے

نڈھال ہو کر پڑ جاتے ہیں۔

انسان زندگی اور اس کی تمام لطافتوں سے مایوس ہو جاتا ہے۔ سوختہ بخت کسان کھیت کے کنارے کھڑا للچائی نظروں سے آسمان کی طرف تکتا ہے کہ کہیں سے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان دکھائی دے لیکن اس کی خاسر و نامراد نگاہیں حسرت بن کر اس کے ویرانۂ قلب میں لوٹ آتی ہیں۔ اس طرح جب حیاتِ ارضی کے کسی گوشے میں بھی اُمید کی نمی باقی نہیں رہتی اور بساط کائنات کے کسی کونے میں بھی زندگی کی تازگی دکھائی نہیں دیتی تو پھر بہار آتی ہے۔

بہار کی آمد سے:

سحابِ رحمت کسان کی آنکھوں کا نور بن کر فضائے آسمانی پر چھا جاتا ہے۔

زمین مردہ میں پھر سے زندگی آ جاتی ہے۔

رگ کائنات میں نبض حیات پھر سے متموج ہو جاتی ہے فضا کے سینے میں رکی ہوئی سانس پھر سے زندگی کی جوئے رواں بن جاتی ہے۔

چشموں کی خشک آنکھیں شرابِ زندگی کے چھلکتے ہوئے جام نور بن جاتی ہیں۔

ندیوں کی بے آب لکیریں بادۂ جانفزا کی مسیحا نفسی سے رگ جاں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

سہمی ہوئی خنکیاں غاروں سے نکل کر فضاؤں پر چھا جاتی ہیں۔ دبکی ہوئی برودتیں، کنوؤں کی تہوں سے اچھل کر بساطِ ارض پر پھیل جاتی ہیں۔

خشک پتیوں میں جان پڑ جاتی ہے۔

مرجھائے ہوئے پھولوں میں از سر نو تازگی و شگفتگی آ جاتی ہے۔

شگوفے چٹکتے ہیں،

کلیاں مہکتی ہیں،

ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے نفیس و لطیف جھونکے سر سبز و شاداب درختوں کی شاخوں

میں لچک اور پھولوں میں یوں جنبش پیدا کر دیتے ہیں، گویا:
بہار جھول رہی ہے خوشی کے جھولوں میں۔ ہر طرف ایک نئی زندگی اور ہر سمت ایک حیاتِ تازہ۔

جھومتی
مسکراتی
مچلتی
لوٹتی

ایک ایسی جنت گاہ بن جاتی جس کی ہر روش میں مسرتوں کے چشمے ابلتے اور ہر نفس میں قہقہوں کے پھول کھلتے دکھائی دیتے ہیں۔

یہ فطرت کا نظام ہے:

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل
اس وقت شجر زندگی کی ہر شاخ سے نمی خشک ہو چکی تھی۔ تہذیب و تمدّن کے پھول وحشت و بربریت کے بادِ سموم سے مرجھا چکے تھے۔
حسن عمل کے زندگی بخش چشمے یکسر خشک ہو چکے تھے۔
اس وحشت و سراسیمگی کے عالم میں خاسر و نامراد انسان اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا۔ لیکن خدا کی اس زمین پر اسے کہیں زندگی کا نشان اور تازگی کا سراغ نہ ملتا تھا۔ چاروں طرف سے مایوس اور نا اُمید ہو کر اس کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اٹھتی تھیں اور ایک پکار سننے والے کو پکار پکار کر کہہ رہی تھیں کہ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہ (اللہ کی مدد کہاں ہے؟)

آمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا مرحبا:

رب ذوالمنن کا سحاب کرم، زندہ اُمیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزار جنتیں اپنے دامن میں لیے۔ ربیع الاوّل کے مقدس مہینے میں فاران کی چوٹیوں پر جھوم کر آیا اور بلد امین کی مبارک وادیوں میں کھل کھلا کر برسا۔

جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ اخلاق وتمدن کے پژمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آ گئی۔ فضائے عالم مسرتوں کے نغموں سے گونج اٹھی انسان کو نئی زندگی اور زندگی کو نئے ولولے عطا ہوئے، آسمان نے جھک کر زمین کو مبارک باد دی کہ

تیرے بخت بلند نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذرّوں کو اس ذات اطہر واعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پابوسی کا شرف حاصل ہو گیا جو عالم موجودات کے سلسلۂ ارتقاء کی آخری کڑی ہے جو علم و بصیرت کے اس افق اعلیٰ پر جلوہ بار ہے۔ جہاں عقل وعشق فکر ونظر، دین اور دنیا قوسین کی طرح آپس میں ملتے ہیں جو دانش نورانی اور حکمت ربانی کے اس مقام بلند پر فائز ہے جہاں غیب وشہود کی وادیاں دامن نگاہ میں سمٹ کر آ جاتی ہیں۔

صحن گلستانِ کائنات پر بہار آ گئی، ہر طرف سے مسرتوں کے چشمے ابلنے لگے چاند مسکرایا، ستارے ہنسے، آسمان سے نور کی بارش ہوئی، فرشتوں کی معصوم نگاہوں میں اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ کی تفسیر ایک پیکر محبوبیت کا حسین تصور بن کر چمکنے لگی۔ فلک تعظیم کے لیے جھکا زمین نے اپنی خاک آلودہ پیشانی سجدہ سے اٹھائی کہ آج اس کی قرن ہا قرن کی دعا کی قبولیت کا وقت آ پہنچا ہے۔

صحرائے حجاز کے ذرّے جگمگا اُٹھے۔

بلد الامین کی گلیوں کا نصیبہ جاگا کہ آج اس آنے والے کی آمد آمد تھی۔

جس کی طرف جبل تین پر حضرت نوح علیہ السلام نے اشارہ کیا تھا اور جسے کوہِ زیتون پر حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو وجہ تسکین خاطر بتایا تھا۔ جس کی آمد کی بشارتیں وادی طور سینین میں نبی اسرائیل کو دی گئی تھیں۔ اور جس کے لیے دشت عرب میں حضرت خلیل اکبر علیہ السلام اور ذبیح اعظم علیہ السلام نے اپنے خدا کے حضور دامن پھیلایا تھا۔ وہ آنے والے جس کے انتظار میں زمانہ نے لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں، آیا اور اس شانِ زیبائی و

رعنائی سے آیا کہ زمین و آسمان میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے۔ بقول اقبال:

اے کہ تھا نوح کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ مشعل تھا تیرا عالم ظلمت میں وجود
اور نورِ نگہ عرش تھا سایہ تیرا!
اے کہ پرتو ہے تیرے ہاتھ کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کے اشارہ تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حسن تیرا پردوں میں
ہے عیاں معنیٰ لولاک سے پایہ تیرا
ناز تھا حضرت موسیٰ کو ید بیضا پر
سو تجلّی کا محل نقش کف پا تیرا
چشم ہستی صفت دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

فرشتوں نے زمزمۂ تبریک گایا۔
سدرۃ المنتہیٰ کی حدود فراموش شاخوں نے جھولا جھلایا۔
ملاء اعلیٰ کی مقدس قندیلوں نے چراغاں کیا۔
کائنات کے ذرّے چمک اُٹھے۔
فضائے عالم صلوٰۃ سلام کی فردوس گوش صداؤں سے گونج اُٹھی اور انس و جان وجد و کیف کے عالم میں پکار اُٹھے کہ

اے سوارِ اشہب دوراں بیا ۔۔۔ اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا
در جہانِ ذکر و فکر انس و جاں
تو صلوٰۃِ صبح، تو بانگ اذاں

یہ آنے والا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کافتہ للناس اور رحمتہ للعالمین بن کر آیا اور اپنے ساتھ وہ نظامِ عدل وحریت لایا جو انسان کو دنیا بھر کی غلامی سے آزادی دلانے کا کفیل تھا۔

یہ پیغام کوئی انوکھا پیغام اور یہ تعلیم کوئی انوکھی تعلیم نہ تھی۔

صداقت جہاں کہیں بھی تھی اُسی کتاب مبین کا کوئی نہ کوئی ورق تھی جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وساطت سے دنیا کو ملی۔

روشنی جس مقام میں بھی تھی وہ اسی قندیل آسمانی کی کوئی نہ کوئی کرن تھی جو قلب نبوی میں اتاری گئی۔

مشامِ جاں نواز نے جہاں کہیں بھی عطری بیزی وعنبر فشانی کی وہ لالہ ویاسمین کی انہی پتیوں کی رہین منت تھی۔ جن کا گلدستہ اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس ہاتھوں محراب کعبہ میں رکھا گیا۔

پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے؟ ان ہی اوراق کی شیزازہ بندی جنہیں حوادث ارضی وسماوی کی تیز آندھیوں نے صحن کائنات میں اِدھر اُدھر بکھیر دیا تھا اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے؟ ان ہی درخشندہ وتابندہ ذرّاتِ نادرہ کا پیکر حسن وزیبائی جن کی حقیقی آب وتاب کو ان کے ستائش گروں کی غلو آمیز عقیدت کی رنگینیوں نے مستور کر رکھا تھا۔

وہاں یہ جوہر الگ الگ پڑے تھے۔ یہاں یہ پیکر جلال وجمال ان سب کا حسین مجموعہ تھا۔

وہاں یہ الفاظ بکھرے ہوئے تھے۔ یہاں ایک ایسے عدیم النظیر مصرعہ میں آب وتاب سے موزوں ہو گئے تھے جو ضمیر کائنات میں قرنہا قرن سے پہلو بدل رہا تھا۔

وہ موتی تھے یہ مالا تھی۔

وہ پتیاں تھیں یہ پھول تھا۔

وہ ذرے تھے، یہ چٹان تھی۔

وہ قطرے تھے، یہ سمندر تھا۔

وہ ستارے تھے، یہ کہکشاں تھی۔
وہ افراد تھے، یہ ملت تھی۔
وہ نقطے تھے یہ سطر تھی۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا ست
رحمتہ لِلعالمینی، انتہا ست

(جاوید نامہ: ۱۴۸)

خدائے جلیل نے اپنے بندوں سے جو کچھ کہنا تھا آخری مرتبہ کہہ دیا، شرف انسانیت کی تکمیل کے لیے جو قوانین دیئے جانے تھے وہ اپنی انتہائی شکل میں دے دیئے گئے۔

اس کے بعد انسان کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے کسی دوسری مشعل راہ کی ضرورت اور کسی اور ہادیٔ طریقت کی احتیاج نہ رہی۔

اب انسانیت کے مقام بلند تک پہنچنے کے لیے وہی ایک صراطِ مستقیم ہے۔ جس پر اس ذاتِ اقدس و اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش قدم جگمگ جگمگ کر رہے ہیں اور جنہیں دیکھ کر ہر دیدہ ور پکار اُٹھتا ہے کہ

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دِل بندو راہ مصطفیٰ رو

یہ تھا حاصل بہار چمن کائنات کہ جس کا ظہور، صبح بہار کائنات تھا۔

وہ رازِ خلقت ہستی، وہ معنیٔ کونین — وہ جانِ حسن ازل وہ بہار صبح وجود
وہ آفتابِ حرم نازنین کنج حرا — وہ دل کا نور وہ ارباب درد کا مقصود

وہ سرور دوجہاں محمد عربی
بروحِ اعظم و پاکش درود لا محدود
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

سوال: علامہ صاحب:
مسلمانوں کی اکثریت ربیع الاوّل شریف میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اہتمام کے ساتھ مناتی ہے۔ جب کہ وہابی اور دیوبندی اس کو بدعت کہتے ہیں اور اسے تیسری عید کا نام دیتے ہیں۔ آپ کی رائے بھی ہمارے علم میں ہونی چاہیے۔

اقبال: اس موضوع پر میں نے ایک خطاب کیا تھا، آپ اسے پڑھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے لیے نہ صرف ضروری بلکہ بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔

''زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے، انسانوں کی طبائع، ان کے افکار اور ان کے نقطۂ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ چاہئے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔ منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ ایک میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دن ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رُو سے زندگی کا جو نمونہ بہتر ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول مدِ نظر رکھیں تا کہ جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے لیے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریق تو درود و صلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے مواقع نکالتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ پڑھ دیتا ہے۔ تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اُٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں۔ یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ

جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اپنا اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی ہے۔ یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو، آپ کی سوانح زندگی بیان کرے تا کہ ان کی تقلید کا ذوق وشوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے۔ لیکن بہر حال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یادِ رسول اس کثرت سے ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کی جو کیفیت حضور سرورِ عالم کے وجودِ مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

آدمی دید است باقی پوست است

دید آں باشد کہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لیے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لیے یہی طریقہ غنیمت ہے۔ جس پر آج ہم عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لیے کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہئے، لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملّی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے۔ صدر اسلام میں اسکول نہ تھے۔ کالج نہ تھے۔ یونیورسٹیاں نہ تھیں۔ لیکن تعلیم وتربیت عوام کے لیے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے

ہیں۔ لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی، جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا قرض ادا کرنا تھا، سر پھٹول ہونے لگی۔ مصر، عرب، ایران، افغانستان ابھی تہذیب و تمدن میں ہم سے پیچھے ہیں۔ لیکن وہاں علماء ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے، وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک نے اخلاق کے معیار اعلیٰ کو پالیا ہے جس کی تکمیل کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے ہم ابھی اس معیار سے بہت دور ہیں۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لیے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں۔ تا کہ ہماری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس طرح کھایا ہے۔ مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

(اسرار و رموز: ۶۸)

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لیے باعث رحمت ہو جائیں اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔

حضرت مولانا روم بازار میں جارہے تھے، آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لیے دیر تک کھڑے رہے۔ ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا۔ اس نے وہیں سے پکار کر کہا حضرت ابھی جائیے گا نہیں میرا سلام لیتے جائیے تو مولانا نے بچے کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لیے اس قدر توقف فرمایا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یوں ہی کرتے۔ گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ علماء کو چاہئے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن وحدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہیں۔ لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہئے۔ اسلامی تعلیم صفحہ ۱۱ (مارچ، اپریل ۱۹۷۳ء)

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق کے اعتبار سے اوّل اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہیں۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟

اقبالؔ: میرا عقیدہ بھی یہی ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں، ؎

تیرے نظارے کا موسیٰ میں کہاں مقدور ہے
تو ظہور لن ترانی گوے اوجِ طور ہے
ہاں ادب اے دل بڑھا اعزاز مشت خاک کا
میں مخاطب ہوں جناب سیّد لولاک کا
پیرہن جب عشق کا حسن ازل نے پہنا
بن کے یثرب میں وہ آپ اپنا خریدار آیا
میں نے سو گلشن جنت کو کیا اس پہ نثار
دشت یثرب میں اگر زیر قدم خار آیا

نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دشت میں دامن کہسار میں میدان میں ہے	بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے	اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے!
رفعت شان رفعنالك ذكرك دیکھے!

مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا	وہ تمہارے شہداء پالنے والی دنیا
گرمئ دہر کی پروردہ ہلالی دنیا	عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری	مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری	تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(بانگ درا: ۲۰۸)

عشق کی راہ میں اک سیر تھی ہر منزل پر
نجد کا دشت کہیں، مصر کا بازار آیا
لیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا
عرق شرم میں ڈوبا جو گنہگار آیا

وہ میری شرم گنہ اور وہ سفارش تیری
ہائے اس پیار پہ کیا کیا نہ مجھے پیار آیا
خاک ہو کر ملا اوج تیری الفت میں
کہہ فرشتوں نے لیا بہرِ تیمم مجھ کو!!

موت آ جائے جو یثرب کے کسی کوچے میں
میں نہ اُٹھوں جو مسیحا بھی کہے قُم مجھ کو
قاب قوسین بھی، دعویٰ عبودیت کا
کبھی چلمن کو اٹھانا، کبھی پنہاں ہونا

کبھی یثرب میں اویس قرنی سے چھپنا
کبھی برق نگہ موسیٰؑ عمراں ہونا
علم و حکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو
لطف دے جاتا ہے کیا کیا مجھے ناداں ہونا
ماعرفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری

سوال: علامہ صاحب:
آپ نے نثر میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بڑی فکر انگیز وایمان افروز باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ نظم میں بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب: اقبال: نظم میں بھی سن لیں۔

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خوابِ زندگی

(اسرار و رموز: ۱۹۳)

اے زمیں از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسئہ بامت بلند

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ حیات کے لیے شباب کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کا اس دنیا میں تشریف لانا زندگی کے خواب کی تعبیر ہے۔ زمین کو آپ کا مسکن بننے کی بدولت بے پناہ بلندی اور برکت حاصل ہوئی آسمان نے آپ کے در پر بوسہ دیا تو اُسے سربلندی میسر آئی۔

نورانیت مصطفیٰ ﷺ

اور

اقبال رحمتہ اللہ علیہ

کبھی اے حقیقت منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں
طرب آشنائے خروش ہو، تو نوائے محرم گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردہ ساز میں
تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں
دمِ طواف کرمک شمع نے یہ کہا کہ وہ اثر کہن
نہ تری حکایت سوز میں، نہ مری حدیث گداز میں
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں
نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں
جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

(ضربِ کلیم: ۲۸۰، ۲۸۱)

سوال: نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کچھ فرمائیں؟

اقبال: اس بارے میں میرا عقیدہ مرقوم ہو چکا ہے۔ آپ بھی سن لیں۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو،
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ اور را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

(جاوید نامہ:۱۴۹)

ترجمہ: ''تو کائنات کی ہر چیز کو رنگین اور خوشبو سے معطر دیکھ سکتا ہے کہ ہر چیز کی ایک ہی خواہش ہے کہ مجھے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ملے۔ بعض چیزیں اپنا حصہ پا کر منور ہو گئی ہیں جب کہ کچھ چیزیں نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں ہیں۔''

مزید سنیں!

می ندانی عشق و مستی از کجاست؟
ایں شعاع آفتاب مصطفیٰ است
زندہ تا سوزِ درجانِ تست
ایں نگہ دارندہ ایمانِ تست
مصطفیٰ بحر است و موجِ او بلند
خیز و ایں دریا بجوئے خویش بند

(مثنوی مسافر:۲۰)

ترجمہ: ''وہ عشق و مستی جو انسان کو دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہے وہ سب کی سب آفتابِ نبوت کی ایک نورانی کرن ہے۔ اگر یہ نصیب ہو گئی تو سب کچھ حاصل ہو گیا اس لیے کہ اسی سے انسان کی حقیقی زندگی وابستہ ہے۔ اسی سے ایمان میں

پختگی آتی ہے اور یقین کی دولت میسر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بحرِ ذخار ہے جس کی موجیں بلندی کے آفتاب کو چھوتی ہیں۔ تم بھی اسی بحرِ محبت سے سیرابی حاصل کرو تاکہ تمہیں بھی حیاتِ نو نصیب ہو۔''

سماں الفقر فخری رہا شان امارت میں
بآب ورنگ وخال وخط چہ حالت روئے زیبارا
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

اے امیر خاور اے مہر منیر
می کنی ہر ذرّہ را روشن ضمیر
از توں ایں سوز و سرور اندر وجود
از تو ہر پوشیدہ را ذوقِ نمود
پر تو تو ماہ را مہتابِ داد
لعل را اندر دل سنگ آب داد
لالہ را سوزِ دروں از فیض تست
در رگ او موج خوں از فیض تست
نرگساں صد پردہ را برمی درد
تانصیبے از شعاع تو بُرد
خوش بیا صبح مرا آوردۂ
ہر شجر را نخل سینا کردۂ
تو فروغِ صبح و من پایان روز
ضمیر من چراغِ بر فروز

تیرہ خاکم را سراپا نور کن
در تجلی ہائے خود مستور کن
از نوائے پختہ سازم خام را
گردش دیگر دہم ایام را

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۱۶)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ مہر منیر اور آسمانوں کے شہنشاہ ہیں۔ ہر انسان کو ضمیر کی روشنی عطا فرما دیں۔
آپ کی وجہ سے اس کائنات میں سوز و سرور ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے ہر پوشیدہ شے اپنا حسن بے نقاب کرنے کے لئے بے تاب ہے۔
آپ کے فیضان سے چاند مہتاب بنتا ہے۔ آپ کے نور مبارک ہی سے ہیرے کے دل سے روشنی پھوٹتی ہے۔
لالہ (گلاب کا پھول) آپ کی محبت میں سوزِ دروں سے گزر کر خوشبو بکھیرتا ہے۔ رگوں کے اندر خون کی گردش بھی آپ کے فیض کا نتیجہ ہے۔
نرگس کے پھول سینکڑوں پردے پھاڑ کر نکلتے ہیں تا کہ آپ کے نور مبارک سے ایک شعاع پا سکیں۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میری صبح کو خوشی والی صبح بنا دیں اور میرے نخلِ شوق کو بھی طور پہاڑ کی طرح روشن فرما دیں۔
آپ کی ذات مبارکہ فروغ صبح کا سبب جبکہ میں اندھیرے دن کا باسی ہوں میرے دل میں بھی اپنی محبت کا چراغ روشن فرما دیں۔
میری تیرہ خاک کو سراپائے نور بنا دیں۔ اپنی تجلی نور سے مجھے ڈھانپ لیں۔
میری نوائے خام کو پختگی عطا فرما دیں۔ زمانے کو ایک انقلاب سے آشنا فرما دیں۔

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
می شناسی عصر ماپا ماچہ کرد!
عصرِ ما مارا زما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفیٰ بیگانہ کرد
سوز اوتا از میانِ سینہ رفت
جوہر آئینہ از آئینہ رفت

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۲۴)

ذوق و شوق اور سوز و درد سے خالی شخص سن کہ ہمارے زمانے نے ہم پر کیا ظلم کیا ہے۔ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیں بیگانہ کر دیا گیا اور سوچ کہ ہم اپنے آپ سے بیگانہ ہو گئے۔ جب آپ کا سوز سینے سے رخصت ہوا تو سینے نے اپنا جوہر کھو دیا۔

چوں بنامِ مصطفیٰ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود
عشق می گوید کہ اے محکومِ غیر
سینۂ تو از بُتاں مانند دیر
تانداری از محمد رنگ و بو
از درودِ خود میالا نامِ اُو

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۳۷)

جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں تو شرمندگی سے میرا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے، عشق مجھے کہتا ہے اے محکومِ غیر تیرا سینہ تو بتوں کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔ جب تک تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ اپنے آپ پر نہیں چڑھا لیتا اور آپ ﷺ کی خوشبو مبارک اپنے دل میں نہیں سما لیتا اس وقت

تک تیرا درود قبول نہیں ہوگا اور تجھے آپ ﷺ کا نام لینا بھی روا نہیں ہے۔

تیغ ایوبی نگاہِ بایزید
گنجہائے ہر دوعالم را کلید
عقل و دل رامستی از یک جام مے
اختلاطِ ذکر و فکر روم و رے
علم و حکمت، شرح و دیں، نظم امور
اندرونِ سینہ دل ہانا صبور
حسن عالم سوز الحمرا و تاج
آنکہ از قدوسیاں گیرد خراج
ایں ہمہ یک لحظہ از اوقاتِ اوست
یک تجلی از تجلیاتِ اوست
ظاہرش ایں جلوہ ہائے دلفروز
باطنش از عارفاں پنہاں ہنوز
حمد بے حد مر رسولِ پاک را
آں کہ ایماں داد مشت خاک را

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۷۶)

سلطان صلاح الدین ایوبی کی تلوار اور بایزید بسطامی کی نگاہِ دوعالم کے خزانوں کی چابیاں ہیں۔ عقل و دل کا مدہوش ہو جانا شراب کے ایک جام سے مولانا روم اور امام رازی کے ذکر وفکر کا ملنا یہ سب کچھ اور علم و حکمت، شریعت اور دین اور سارے معاملات ہمارے سینے میں دھڑکتا ہوا دل الحمرا کا حسن عالم سوز اور تاج وتخت جس کو فرشتے بھی خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے اور آپ کے اوقات میں سے ایک لمحہ ہے، یہ

سارے ظاہری جلوے ہر کسی پر ظاہر ہیں اور ان کی باطنی حقیقتیں صاحب دلوں پر روشن ہوتی ہیں بے حد حمد ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہ جنہوں نے ایک مشت خاک کو ایمان عطا فرمایا۔

مومناں را گفت آں سلطانِ دیں
مسجد من ایں ہمہ روئے زمیں
الاماں از گردش نہ آسماں
مسجدِ مومن بدست دیگراں

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۳۸)

مومنوں کو سلطانِ دیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساری زمین ہماری سجدہ گاہ ہے۔ آسمان تپ جاتا ہے اور اس کی گردش رک جاتی ہے۔ اگر مومن کی سجدہ گاہ کسی دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے۔

سوال: مسجد کے بارے ارشاد ہو؟

اقبال: صحیح بات یہ ہے کہ مسجد میں نماز اور درود وسلام پڑھتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔ اپنے اشعار میں میں نے اس شرمندگی کا اظہار بھی کیا ہے۔

ہے تیری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود
اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت وہ گداز
بے تب وتاب دروں میری صلوٰۃ اور درود
ہے میری بانگ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا وجود؟

سوال: علامہ صاحب:
مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم انقلاب کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب: اقبال: میں مصطفوی انقلاب کے بارے میں لکھ چکا ہوں، آپ بھی سن لیں۔ اس انقلاب کو میں ابوجہل کی زبانی بیان کرتا ہوں، اسے آپ ابوجہل کی فریاد بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کعبے کے غلاف کو پکڑ کر ابوجہل کہتا ہے۔

سینۂ ما از محمد داغ داغ
ازدم او کعبہ را گل شد چراغ
ساحر و اندر کلامش ساحری است
ایں دو حرف لا الہ خود کافری است
تابساط دین آباد در نورد
باخدا دندانِ ماکرد آنچہ کرد

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارے سینے چھلنی ہو گئے ہیں۔اس کی وجہ سے کعبہ کا چراغ ہی بجھ گیا ہے۔ وہ تو جادوگر ہے اور اس کے کلام میں بھی سحر بھرا ہوا ہے لا الہ کے دو لفظ بھی کفر ہی تو ہیں۔اس نے باپ دادا کے مذہب کو تلپٹ کر دیا اور ہمارے معبودوں کو تہس نہس کر ڈالا ہے۔

پاش پاش از ضربتش لات و منات
انتقام از وئے بگیر اے کائنات
دل بہ غائب بست واز حاضر گست
نقش حاضر را افسون او شکست
دیدہ برغائب فرو بستن خطاست
آنچہ اندر دیدہ می ناید کجاست

ترجمہ: لات و منات اس کی ایک ضرب بھی نہ سہار سکے اور پاش پاش ہو گئے۔اے کائنات تو ہی اس سے انتقام لے، اس نے حاضر و موجود کا منتر توڑ دیا اور غائب نظر ہستی سے دل لگایا۔ بھلا یہ بھی کوئی تک ہے کہ جو غائب ہے اس سے دل لگایا جائے۔

مذہب او قاطع ملک و نسب
از قریش و منکر از فضل عرب
در نگاہ او یکے بالا پست
با غلام خویش بر یک خواں نشست
ایں مساوات ایں مواخات اعجمی ست
خوب می دانم کہ سلمانِ مزدکی ست

ترجمہ: اور سنو! اس کا مذہب ملک و نسب کو بھی کوئی مرتبہ نہیں دیتا۔ خود وہ قریش میں سے ہے۔ مگر عربوں کی بڑائی اور بزرگی کا قائل نہیں اس کی نظر میں پست و بلند سب برابر ہیں وہ تو ایک ہی دستر خوان پر اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح کی مساوات اور مواخات خالص عجمی چیز ہے۔ میں جانتا ہوں کہ سلمان مزدکی ہے اور اسی نے یہ باتیں اسے سکھائی ہیں۔

باز گو اے سنگ اسود باز گو
آنچہ دیدم از محمد باز گو
اے ہبل اے بندہ راپوزش پدید
خانہ خود را بے کیشاں بگیر
گلۂ شاں رابہ گرگاں کن
تلخ کن خرمائے شاں رابرنخیل
اے منات اے لات! ازمنزل مرو
گرز منزل می روی از دل مرو

(جاوید نامہ ۵۸، ۶۰)

ترجمہ: اے حجر اسود! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں جو ہم پر افتاد پڑی ہے تو ہی اس کا حال پھر سنا دے۔ اے ہبل تو ہم غریبوں کی فریادرسی کرتا ہے۔ اپنے گھر

کو ان بے دینوں سے واپس چھین لے۔ ان کی جماعت پر بھیڑیے چھوڑ دے۔ ان کے درختوں کو پھلوں سے محروم رکھ، اے منات! اے لات تم کعبہ چھوڑ کر مت جانا اگر اس گھر کو چھوڑتے ہو تو پھر ہمارے دل کو تو مت چھوڑو۔

عشق تمام مصطفیٰ ﷺ

اے تو مابے چارگاں را ساز و برگ
وارہاں ایں قوم را از ترس مرگ
سوختی لات و منات کہنہ را
تازہ کردی کائنات کہنہ را

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۶۴)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ ہم جیسے بے چاروں کے لیے چارا ہیں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہمارے لیے زندگی و ذرخیزی کا باعث ہے۔ اس قوم کو موت کے خوف سے نجات عطا فرمادیں۔
یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
لات و منات جیسے پرانے بت توڑ ڈالیں اور اس کائنات کو دوبارہ زندگی دے کر زندہ فرمادیں۔

درعجم گردیدم وہم در عرب
مصطفیٰ نایاب و ارزاں بولہب

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۱۴)

میں نے عرب و عجم گھوم کر دیکھا ہے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نایاب ہے۔ ابولہب ارزاں مل جاتے ہیں۔

نَے خداہا ساختیم از گاو خر
نَے حضورِ کاہناں افگندہ سر

مذہب او قاطع ملک و نسب
از قریش و منکر از فضل عرب
در نگاہ او یکے بالا پست
با غلام خویش بر یک خواں نشست
ایں مساوات ایں مواخات اعجمی ست
خوب می دانم کہ سلمانِ مزدکی ست

ترجمہ: اور سنو! اس کا مذہب ملک و نسب کو بھی کوئی مرتبہ نہیں دیتا۔ خود وہ قریش میں سے ہے۔ مگر عربوں کی بڑائی اور بزرگی کا قائل نہیں اس کی نظر میں پست و بلند سب برابر ہیں وہ تو ایک ہی دستر خوان پر اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح کی مساوات اور مواخات خالص عجمی چیز ہے۔ میں جانتا ہوں کہ سلمان مزدکی ہے اور اسی نے یہ باتیں اسے سکھائی ہیں۔

باز گو اے سنگ اسود باز گو
آنچہ دیدم از محمد باز گو
اے ہبل اے بندہ را پوزش پدید
خانہ خود را بے کیشاں بگیر
گلہَ شاں را بہ گرگاں کن
تلخ کن خرمائے شاں را بر نخیل
اے منات اے لات! از منزل مرو
گرز منزل می روی از دل مرو

(جاوید نامہ ۵۸، ۶۰)

ترجمہ: اے حجر اسود! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں جو ہم پر افتاد پڑی ہے تو ہی اس کا حال پھر سنا دے۔ اے ہبل تو ہم غریبوں کی فریاد رسی کرتا ہے۔ اپنے گھر

کو ان بے دینوں سے واپس چھین لے۔ ان کی جماعت پر بھیڑیے چھوڑ دے۔ ان کے درختوں کو پھلوں سے محروم رکھ، اے منات! اے لات تم کعبہ چھوڑ کر مت جانا اگر اس گھر کو چھوڑتے ہو تو پھر ہمارے دل کو تو مت چھوڑو۔

عشق تمام مصطفیٰ ﷺ

اے تو ما بے چارگاں را ساز و برگ
وار ہاں ایں قوم را از ترس مرگ
سوختی لات و منات کہنہ را
تازہ کردی کائنات کہنہ را

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۶۴)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ ہم جیسے بے چاروں کے لیے چارا ہیں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہمارے لیے زندگی وذرخیزی کا باعث ہے۔ اس قوم کو موت کے خوف سے نجات عطا فرمادیں۔
یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
لات ومنات جیسے پرانے بت توڑ ڈالیں اور اس کائنات کو دوبارہ زندگی دے کر زندہ فرمادیں۔

درعجم گردیدم وہم در عرب
مصطفیٰ نایاب و ارزاں بولہب

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۱۴)

میں نے عرب وعجم گھوم کر دیکھا ہے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نایاب ہے۔ ابولہب ارزاں مل جاتے ہیں۔

نے خدا ہا ساختیم از گاؤ خر
نے حضورِ کاہناں افگندہ سر

نے سجودے پیشِ معبودانِ پیر
نے طواف کوشکِ سلطان و میر

ہم نے کبھی بھی گائے، گدھے کو خدا نہیں بنایا نہ ہم نے بادشاہوں کے درباروں کے طواف کئے ہیں۔

در جہانِ ذکر و فکر انس و جاں
تو صلوٰۃ صبح، تو بانگ اذاں
لذت سوز و سرور از لَآ اِلٰہ
در شب اندیشہ نور از لَآ اِلٰہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔
آپ ﷺ ذاکروں کا ذکر ہیں، آپ مفکروں کا فکر ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا جن، آپ ﷺ صبح کی نماز ہیں اور آپ ﷺ ہی آذان بھی ہیں۔
آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ لَآ اِلٰہ کا سوز وسرور ہے۔ رات کے اندھیرے میں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ لَآ اِلٰہ کا نور ہے۔

کارِ ایں بیمار نتواں برد پیش
من چو طفلاں نالم از داروے خویش
چوں بصیری از قومی خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود
مہر تو بر عاصیاں افزوں تراست
در خطا بخشی چو مہرِ مادر است
اے وجود تو جہاں را نوبہار
پرتو خود را دریغ از من مدار

یہ بیمار آدمی آپ کے شایانِ شان کچھ بھی پیش نہیں کر سکا، پھر بھی اپنے درد کے دارو کے لیے بچوں کی طرح رو رہا ہے۔

اس درد کی تلخی مٹھاس میں بدل جائے، اگر چارہ گر اپنے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لے آئے۔ جس طرح امام بوصیری پر آپ نے دامن رحمت کو دراز فرمایا تھا۔ اسی طرح وہ روزِ رحمت مجھ پر بھی دوبارہ لوٹ کر آئے تو مزہ آ جائے۔

آپ ﷺ کی مہربانیاں اور کرم و فضل گنہگار غلاموں پر ہر روز افزوں تر ہے اور آپ ﷺ اس طرح خطا بخش دیتے ہیں جس طرح ماں اپنے بچے کی غلطی معاف کر دیتی ہے۔

آپ ﷺ کا وجود مبارک بہار کے لیے بھی بہار تھا۔ آپ ﷺ کی شانِ مبارک یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ ہی نہیں بنایا کیونکہ سایہ صاحب سایہ کا مثل ہوتا ہے۔

ایں ہمہ از لطف بے پایاں تست
فکر ما پروردۂ احسانِ تست
ذکر تو سرمایۂ ذوق و سرور
قوم را دارد بہ فقر اندر غیور
اے مقام و منزل ہر راہرو
جذب تو اندر دل ہر راہرو
سازِ ما بے صوت گردید آنچناں
زخمہ برر گہائے اُو آید گراں

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اس فکر کے پروردگار آپ ﷺ ہیں اور یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے اور لطف و کرم کی ساری بارشیں آپ ﷺ کے وسیلہ مبارکہ سے ہیں۔

آپ ﷺ کا ذکر مبارک ذوق و سرور کا اندوختہ و سرمایہ ہے۔ اس ذکر سے قوم اپنی فقیری میں غیرت کا سامان پیدا کرتی ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ ﷺ ہر مسافر کی منزل ہیں آپ ﷺ تک رسائی ہر مسافر کے قصد میں شامل ہے۔اور آپ ﷺ ہر راہی کے دل میں رچے بسے ہوئے ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساز بے آواز ہو چکے ہیں ان پر زخمہ رکھنا رگوں کو گراں گزرتا ہے۔

تاز غیر اللہ ندارم ہیچ امید
یا مرا شمشیر گرداں یا کلید
خود بدانی قدر تن از جاں بود
قدر جاں از پرتو جاناں بود (رومیؒ)

آپ ﷺ خود ہی اپنے مقام ومرتبہ کو جانتے ہیں جس طرح جسم اپنی جان سے واقف ہوتا ہے اور جان کی قدر و قیمت پرتو جاناں سے ہوتی ہے۔لہذا آپ ﷺ کا سایہ نہیں اس لیے کوئی بھی نہیں جان سکتا آپ کا مقام ومرتبہ کتنا بلند ہے۔

میں نے غیر اللہ سے کبھی بھی امید نہیں رکھی۔اس لیے آپ مجھے اس مرض سے کلید شفا عطا فرمادے۔

آہ زاں دردے کہ در جان وتن است
گوشۂ چشم تو دار وے من است
تلخیٔ او را فریم از شکر
جندہ ہا در لب بدوزد چارہ گر

وہ آواز جو میرے سینے میں پرورش پاتی ہے وہ کہاں سے آتی ہے؟ آپ کی پھونک سے سینکڑوں پھول کھلتے ہیں۔ وہ پھونک کہاں سے آتی ہے؟ میرے نغمے میری گلے میں دم توڑ دیتے ہیں۔میرے سینے کی آہیں سینے میں گھٹ کر رہ

گئیں ہیں۔ مجھ میں سوزِ جگر باقی نہیں رہا۔ صبح کے وقت قرآن کی تلاوت میں حلاوت باقی نہیں رہی۔

آہ! وہ درد جو کہ میرے جسم و جاں میں رچ بس گیا ہے۔ اس درد کا دارو آپ کی ایک نظرِ کرم ہے۔

گرچہ کشت عمر من بے حاصل است
چیزے دارم کہ نامِ او دل است
دارمش پوشیدہ از چشم جہاں
کز سم شبدیز تو دارد نشاں!
بندۂ را کو نخواہد سازو برگ
زندگانی بے حضورِ خواجہ مرگ!

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۱۰۰)

اگر چہ میری کشت عمر ختم ہونے کے قریب ہے اور میرے پاس دل کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اس دِل کو دنیا سے پوشیدہ رکھتا ہوں۔ کیوں کہ یہ دل آپ کی محبت سے داغدار ہے۔ انسان نے دنیاوی مال کیا کرنا اس کے لیے سازو برگ کس کام کے؟ کیونکہ آپ کی حضوری کے بغیر زندگی موت ہے۔

اے کہ دادی کرد را سوزِ عرب
بندۂ خود را حضور خود طلب
بندۂ چوں لالہ داغے درجگر
دوستانش از غمم اوبے خبر
بندۂ اندر جہاں نالا چوں نے
تفتہ جاں از نغمہ ہائے پے بہ پے

در بیاباں مثلِ چوبِ نیم سوز
کارواں بگذشت و من سوزم ہنوز
جاں زمہجوری بنالد در بدن
نالۂ من وائے من! اے وائے من

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۵۲)

آپ نے گردوں کو سوزِ عرب عطا کیا اور اپنے بندے کو خود آپ نے اپنے دربار میں بلایا آپ کا یہ غلام اپنے جگر میں گلاب کے پھول کی طرح آپ کی محبت کا داغ رکھتا ہے۔
لیکن میرے دوست میرے اس غم سے بے خبر ہیں۔
آپ کا یہ غلام بانسری کی طرح رو رو کر فریاد کر رہا ہے۔
یہ نغمہ ہائے فریاد زور شور سے جاری ہے۔
بیاباں میں سلگتی ہوئی لکڑی کی طرح میں بھی سلگ رہا ہوں اور آپ کی محبت کا کارواں جا چکا ہے۔
آپ کے ہجر میں میرے جسم کے اندر میری روح رو رہی ہے۔ ہائے میرا رونا اور میں۔

فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰ است
ایں تجلیہائے ذاتِ مصطفیٰ است
ایں دو قوت از وجودِ مومن است
ایں قیام و آں سجودِ مومن است

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۵۵)

فقیری بادشاہی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت یہ ساری تجلیاں ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہوتی ہیں۔

ان دو قوتوں سے مومنوں کا وجود تشکیل پاتا ہے۔ فقیری اور بادشاہی مومن کا قیام ہے اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن کا سجدہ۔

رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست
فاش دیدن خویش را شاہنشہی است

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۷)

چیست دیں؟ دریافتن اسرارِ خویش
زندگی مرگ است بے دیدار خویش

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۵۸)

تو جانتا ہے کہ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رمز کیا ہے اپنے آپ کو پالینا ہی بادشاہی ہے۔

اپنے اسرار کو پالینا دین ہے اور اپنے آپ سے بے خبری کی زندگی موت بن جاتی ہے۔

سوال: علامہ صاحب:

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو معراج کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ یہ انسانی ارتقاء کی بلند ترین منزل تھی۔ اس بارے میں اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں۔

اقبال:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(بال جبریل:۴۴)

مزید سنیں: برمقام خود رسیدن زندگی ست
ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست

ترجمہ: زندگی نام ہے اپنے حقیقی مقام تک پہنچنے کا اور یہاں ذاتِ حق کا بے پردہ مشاہدہ کرنے کا۔

شب معراج:

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات
رہِ یک گام ہے ہمت کے لئے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے آج کی رات

(بانگ درا: ۲۸۱)

ندائے رسول ﷺ
اور
اقبال رحمتہ اللہ علیہ

مسلماں آں فقیر کج کلا ہے
رمیداز سینۂ او سوزِ آ ہے
دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگا ہے

(ارمغان حجاز: ۳۸)

عشق رسول ﷺ

اور

اقبال رحمتہ اللہ علیہ

آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

از دم سیراب آں امی لقب — لالہ رست از ریگ صحرائے عرب

اُو دلے در پیکرِ آدم نہاد — اُو نقاب از طلعت آدم کشاد

در جہاں آئین نو آغاز کرد — مسند اقوام پیشیں در نورد

ہر خدا وند کہن را اوشکست — ہر کہن شاخ از نم اوغنچہ بست

عقل را اُو صاحب اسرار کرد — عشق را اُو تیغ جوہر دار کرد

از کلید دین در دنیا کشاد — ہمچو اُو بطن اُمِ گیتی نزاد

دین اُو آئین اُو تفسیر کل

در جبین اُو خطِ تقدیرِ کل

(ارمغان حجاز: ۳۶)

سوال: علامہ صاحب!
اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی شفاعت کا اختیار مبارک عطا فرمایا ہے۔ اس بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

اقبال: میں نے اپنا عقیدہ وایمان ان اشعار میں دعا کی شکل میں رقم کیا ہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

ترجمہ: ''میرے اللہ تو دونوں جہانوں سے مستغنی ہے۔ تجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں لیکن میں عاجز اور فقیر بندہ ہوں۔ میرے مولا تو جانتا ہے میں بہت گنہگار ہوں۔ لیکن میری ان خطاؤں کے کچھ عذر بھی ضرور ہیں۔ تو اگر اپنے فضل و احسان سے میری کمزوریوں کو دیکھ کر میرے گناہوں کو معاف کر دے تو تیری رحمت سے بعید نہیں لیکن اگر تو نے میرا حساب لینا ناگزیر جانا تو میری التجا ہے کہ تو خود جو چاہے میرے ساتھ سلوک فرمانا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرا حساب کتاب لے کر مجھے شرمندہ ہونے سے بچائے رکھنا۔

اسی عقیدہ وایمان کو دوسرے مقام پر یوں عرض کیا ہے:

بپایاں چوں رسد ایں عالم پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ را
حسابِ من زچشم او نہاں گیر

ترجمہ: ''یا اللہ جل جلالہٗ!
قیامت کے دن جب ہر شخص کی تقدیر ظاہر ہونے کا وقت آئے گا تو یہ سیاہ کار

کمزور شخص بھی اپنا اعمالنامہ لے کر تیری بارگاہ میں پیش ہوگا تو میرا حساب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے چھپا کر لینا کیونکہ میں آپ ﷺ کی نظر میں رسوا ہونا پسند نہیں کرتا۔"

سوال: آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو مسلمان کے لیے کس قدر ضروری خیال کرتے ہیں؟

اقبال: میرے نزدیک عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کے ایمان کی روح ہے۔ یعنی اصل ایمان ہے۔اس سے خالی شخص تن مردہ کے سوا کچھ نہیں۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(ارمغان حجاز:۱۴۶)

یہی وہ دولت عشق ہے جس کے بارے میں کہہ چکا ہوں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

سوال: آپ کے نزدیک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے؟

اقبال: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا" کے ساتھ پکارنا میرے ایمان کا حصہ ہے۔

مسلماں آں فقیر کج کلا ہے
رمید از سینۂ او سوزو آ ہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

(ارمغان حجاز:۳۸)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کے سینہ میں درد وسوز اور فراقِ محبوب میں تڑپنے پھڑکنے کی حس باقی نہیں رہی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نادان مسلمان آپ کو فراموش کر چکے ہیں۔ ان کی نگاہیں آپ کے پیکرِ حسن کے بجائے دیگر پیکرانِ حسن کی طرف متوجہ ہیں۔ یہ اگر اپنی بدبختی پر ماتم بھی کرتے ہیں تو انہیں اصل مرض کا علم نہیں۔ لہٰذا انہیں اپنے بے پایاں کرم کا صدقہ ایک نگاہ لطف سے نواز دیں تا کہ یہ پھر سے سنبھل سکیں۔

سوال: مسلمانوں کی ذلت وخواری کی وجہ؟

اقبال: امت مسلمہ کے افراد اپنے دلوں کو اپنے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد سے آباد نہیں کرتے۔ ان کے دل فراقِ محبوب میں تڑپتے نہیں۔ یہ اپنے پیغمبر کی محبت سے ناآشنا ہو گئے ہیں۔

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

(ارمغان حجاز:۷۸)

ترجمہ: ایک رات میں نے خدا کی بارگاہ میں زار و قطار روتے ہوئے فریاد کی کہ مسلمانوں کی خواری وذلت کی وجہ کیا ہے؟ آواز آئی کیا تو نہیں جانتا کہ یہ لوگ دل تو رکھتے ہیں لیکن محبوب سے ناآشنا ہیں۔

مزید سنیں:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرم کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہ رعنائی تھا
نازش موسم گل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تھا یہی ہرجائی تھا
کسی یک جائی سے اب عہد غلامی کرلو
ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارک آئین رسولِ مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار
ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں

(بانگ درا: ۲۳۱، ۲۳۲)

سوال: آپ نظریۂ مقصودِ کائنات پر روشنی ڈالیں گے؟

اقبال: میری رائے میں بلکہ اسے میری رائے نہ سمجھیں بلکہ یہ قرآن وسنت کی رائے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقصود کائنات ہیں۔
میں عرض کر چکا ہوں:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

چشم افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(بانگ درا:۲۳۲)

سوال: مسلمانوں کے عروج کا ذریعہ کیا ہو کہ پستی بلندی سے بدل جائے؟

اقبال: قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

(بانگ درا:۲۳۶)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کے ثمرات پر کچھ فرمائیں؟

اقبال: اس کا جواب ذرا تفصیل طلب ہے۔ سنیں۔ خدائی فیصلہ ہے کہ
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
(بانگ درا:۲۳۹)

مزید عرض کرتا ہوں:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست
زانکہ ملت را حیات از عشق اوست
برگ و سازِ کائنات از عشق اوست
جلوہ بے پردہ اور وا نمود!
جوہر پنہاں کہ بود اندر وجود!
روح را جز عشق او آرام نیست
عشق او روزیست کو را شام نیست

(پیام مشرق:۲۶)

ترجمہ: جس خوش قسمت کو عشق مصطفیٰ کی گراں بہا دولت نصیب ہوگئی یہ کائناتِ بحر و بر

اُس کے گوشۂ دامان کی وسعت سے زیادہ نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ ملت اسلامیہ کی زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق سے وابستہ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ پوری کائنات کا حسن و جمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و عشق کی خیرات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے قدرت کے ان سربستہ رازوں کو کھولا جن پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ انسان کی روح کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق کے بغیر قرار نہیں مل سکتا۔ یہ ہر وقت مضطرب رہتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق ایسے دن کی مانند ہے جس کی تابانی اور تابناکی کو کبھی زوال نہیں آسکتا۔

سوال: علامہ صاحب! آپ بتائیں گے کہ امت مسلمہ کے مقدر میں دربدر کی ٹھوکریں کیسے رقم ہوئیں؟

اقبال: وجہ سن لیں کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟

تا شعارِ مصطفیٰؐ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت
آنکہ کشتے شیر را چوں گوسفند
گشت از پامال مورے دردمند
آنکہ از تکبیر او سنگ آب گشت
آنکہ عزش کوہ را کاہے شمرد!
با توکل دست و پائے خود سپرد!

(اسرار و رموز: ۲۸۲)

ترجمہ: شعارِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت مسلمہ کے ہاتھ سے جانا گویا عروج کے فارمولے کے ضیاع کا سبب بنا ہے۔

مسلمان وہ تھا کہ جس کی تکبیر سے پتھر پانی ہو جاتا تھا یہ ایک بلبلے کی مانند عارضی وجود میں مطمئن ہو بیٹھا ہے۔ اس کے ارادے کے سامنے پہاڑ ایک روڑا بن

جاتا تھا۔ اب یہ توکل پر ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھا ہے۔

سوال: اس صورت حال سے نکلنے کا چارہ کیا ہونا چاہئے؟

اقبال: دعا کرنی چاہئے۔ رسول کریم سے استمداد کی التماس کرنی چاہئے۔

ازاں فقرے کے با صدیق دادی
بشورے آور ایں آسودہ جاں را
درون ما بجز دودِ نفس نیست
بجز دست تو مارا دست رس نیست
دگر افسانۂ غم با کہ گوئم ......؟
کہ اندر سینہ ہا غیر از تو کس نیست

(ارمغان حجاز: ۷۲)

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ فقر جو آپ نے حضرت صدیق اکبر کو بخشا تھا (جس کی وجہ سے ان کا دل ہر وقت آپ کی یاد میں تڑپتا تھا) اس سے ہماری بے حس روحوں میں بھی سوز و گداز پیدا فرما دیں۔ ہمارے دلوں میں آہ و بکا کے دھویں کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ کے سوا کسی دوسرے تک رسائی نہیں جو ہماری دست گیری کرے۔ میں افسانہ غم کہوں تو کس سے کہوں۔ ہمارے سینوں میں تو آپ کے علاوہ اور کوئی بستا ہی نہیں۔

سوال: آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ آپ اسے شرک نہیں سمجھتے جیسا کہ بعض لوگ کہتے کہ فقط اللہ سے مانگنا چاہئے!

اقبال: جوابِ جاہلاں خاموشی باشد
جاہلوں کو جواب دینا خود جہالت ہے
آپ میرا عقیدہ سنیں!

فقیرم از تو خواہم ہرچہ خواہم
دل کو ہے خراش از برگ کاہم

(ارمغان حجاز: ۹۰)

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں فقیر بے بس اور محتاج ہوں۔ اس لیے جو کچھ مانگتا ہوں۔ آپ ہی سے مانگتا ہوں۔ میری حیثیت فقط گھاس کے ایک پتے کی سی ہے۔ اس کی ایک پتی سے پہاڑ جیسا سنگین اور مستحکم تراش دیں۔
میں تو ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نورِ نبوت کی خیرات طلب کیا کرتا ہوں آپ بھی یہ طریقہ یاد کریں۔

سوال: آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بھی مان لیا۔ حالانکہ بعض لوگ......

اقبال: آپ کی بات ٹوک رہا ہوں۔ بدعقیدہ لوگوں کو اگر مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ میں نہیں آیا تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا ہے کہ ہم اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے ہچکچائیں۔ میں تو پورے زور سے کہتا ہوں:

علم پاک:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

وجہ تخلیق کائنات:

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

حسن مبارک:

شوکت سنجر و سلیم تیرے جمال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

مختار نبی:

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

استمداد:

تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوۂ بے نقاب سے

سوال: علامہ صاحب!
نماز میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آ جائے تو نماز ہو جائے گی؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

اقبال: میرا اس بارے میں عقیدہ ہے کہ ؎

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

(ضرب کلیم: ۱۱۳، ۱۱۴)

سوال: خاکِ مدینہ کے بارے میں آپ کا خیال؟

اقبال: خاکِ مدینہ میری آنکھ کا سرمہ ہے ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

سوال: بعض لوگ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں؟

اقبال: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی توحید کے لیے زرخیزی کا باعث ہے۔ ورنہ ابو جہل سے بڑا موحد کون ہوگا۔ سنیں!

معنی حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری با دیدۂ صدیق اگر

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

(رموز بے خودی: ۲۲۸)

ترجمہ: مری باتوں کی حقیقت یہ ہے کہ تجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم مبارک سے دیکھنا چاہئے۔
اس عمل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قلب وجگر میں بس جائے گی۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت خدا کی محبت سے زیادہ ہو جائے گی۔اور یہی اصل توحید ہے۔

سوال: حاضر وناظر کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان فرمائیں؟

اقبال:

خیمہ در میدان الا اللہ زدست
در جہاں شاہد علی الناس آمدست
شاہد حالش نبی انس و جاں
شاہد صادق ترین شاہداں!

(اسرار ورموز: ۶۰)

مرد مومن جب الا اللہ کا خیمہ گاڑ دیتا ہے تو وہ لوگوں کے اعمال پر گواہ بن جاتا ہے۔
پھر اس مرد مومن کے حال کے نگراں خود حاضر وناظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتے ہیں جو کہ جن وانس کے نبی ہیں۔اور آپ اس طرح حاضر وناظر ہیں کہ آپ کی حیثیت شاہدین پر شاہد کی ہے۔

سوال: یہ نورِ بصیرت کیا ہے؟

اقبال: عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرا نورِ بصیرت ہے جس کا تقاضا میں امت مسلمہ کے لیے کیا کرتا ہوں اور یہ تقاضا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ ہی عطا فرماتے ہیں۔ ۔

بنالم زانکہ اندر کشورِ ہند
ندیدم بندہ کہ محرم تست!

ترجمہ: حضور یہ نالہ و فریاد صرف اس لیے کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان میں آپ کے رازوں کا محرم کسی کو نہیں پاتا جو ان کا پرسان حال ہو۔

سوال: علامہ صاحب!
آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بھی مانتے ہیں۔ کبھی آپ استمداد کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف حیات مانتے ہیں بلکہ مالک و مختار بھی۔ جبکہ کچھ لوگوں کو یہ معاملات متنازعہ نظر آنے لگے ہیں۔ اس پر روشنی ڈالیں!

اقبال: ان معاملات میں میری رائے یہ ہے:
آپ اللہ تعالیٰ کے لطف کی حقیقی تصویر ہیں۔ آپ دوست، دشمن سب کے لیے رحمت ہیں۔
آپ دشمنوں کے لیے دامن رحمت کھول دیتے ہیں فتح مکہ کے دن لاتثریب سے یہی پیغام ملتا ہے۔
آپ بطحا کے ساقی ہیں۔ آپ کی چشم رحمت نے ہمیں مدہوش کر دیا ہے۔ دنیا میں ہم مے و مینا کی طرح سیرابی کا ذریعہ بن گئے ہیں۔
آپ نے حسب و نسب کے امتیازات ختم فرما دیئے۔ آپ کی دعوت نے اسے خس و خاشاک کی طرح جلا دیا۔

در مصافے پیش آں گردوں سریر
دُختر سردارِ طے آمد اسیر
پائے در زنجیر وہم بے پردہ بود
دخترک راچوں نبی بے پردہ کشید
چادر خود پیش روئے اوکشید
روزِ محشر اعتبارِ ماست او
درجہاں ہم پردہ دار ماست او

(اسرارورموز: ۲۰، ۲۱)

جنگ میں بادل آپ پر سایہ کرتے تھے۔
طے کے سردار کی بیٹی قیدی بن کر آئی۔ اس کے پاؤں میں بیڑی اور اس کا پردہ اتر چکا تھا۔ آپ نے اپنا سر اقدس حیا مبارک سے جھکا لیا۔ ایک بیٹی کو جب آپ نے بے پردہ دیکھا تو اپنی چادر مبارک اس کے سر پر ڈال دی۔ قیامت کے روز آپ ہمارے اعتبار کا بھرم ہوں گے۔ آپ دنیا میں بھی ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمانے والے ہیں۔

لشکر پیدا کن از سلطانِ عشق
جلوہ گر شو بر سرفارانِ عشق

عشق کے سلطان سے ایک نئی فوج تیار کر اس سے تو فاران کی چوٹی پر جلوہ فگن ہو جائے گا۔

عاشقی؟ محکم شواز تقلید یار
تاکمند تو شود یزداں شکار

عاشقی کو تقلید یار سے محکم کرنا چاہئے تا کہ تیرا تیر یزداں کو شکار کرنے کے قابل ہو جائے۔

در نگاہِ او یکے بالا و پست
با غلامِ خویش بر یک خواں نشست

آپ کی نگاہ میں تمام ایک جیسے ہیں بالا بھی اور پست بھی۔ آپ تو اپنے غلام کے ساتھ ایک نشست پر بیٹھ جاتے ہیں۔

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ اس تقلید کا فردِ کامل ہے۔ جس نے خربوزہ کھانے سے اجتناب کیا کہ شاید آپ ﷺ نے خربوزہ نہ کھایا ہو۔

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کائنات کے لیے دیباچہ ہیں ساری مخلوق آپ کی غلام ہے اور آپ ان کے آقا۔

سوال: اسی موضوع پر مزید کچھ روشنی ڈالنا پسند فرمائیں گے؟ کہ یہ سفر محبت کیسے طے کرنا چاہیئے؟

اقبال: بمنزل کوش مانند ماہِ نو
دریں نیلی فضا ہردم فزوں شو
مقام خویش گر خواہی دریں دیر
بحق دل بند راہِ مصطفیٰ رَو

(ارمغان حجاز:۱۲۴)

ترجمہ: ''اے مسلمان ماہِ نو کی طرح قدم بڑھاتا جاتا۔ کائنات کی اس فضا میں ہر گھڑی ترقی کی راہ پر گامزن رہ!
اگر تجھے اس دنیا میں اپنے لیے بلند مقام کی خواہش ہے تو بس خدا سے لو لگا۔ اور

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم پر چلتا جا۔''

سوال: اس محبت کا صلہ؟

اقبال: دل ز عشق او توانا می شود

خاک ہم دوشِ ثریا می شود

ترجمہ: ''حضور علیہ السلام کے عشق سے ہی کمزور دل کو ایمان کی قوت ملتی ہے اور خاک کے ذرے مقام و مرتبہ میں ثریا جیسے بلند ستارے کے برابر پہنچ جاتے ہیں۔''

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است

آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

(اسرار و رموز: ٦٠)

طور موجے از غبارِ خانہ اش

کعبہ رابیت الحرم کاشانہ اش

ترجمہ: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے قیام مسلماں کا دل ہے۔ ہماری عزت و آبرو آپ کے اسم مبارک کے ساتھ قائم ہے۔

آپ کے دولت کدہ کی خاک سے طور جیسے پہاڑ تشکیل پاتے ہیں۔ آپ کا حجرۂ مبارک کعبے کا کعبہ ہے۔

کمتر از آنے زاد قاتش ابد

کا سب آفزایش از ذاتش ابد

بوریا ممنونِ خواب راحتش

تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

وہ بوریا جس پر آرام فرماتے ہیں وہ نیند کے دوران آپ کے جسم اقدس سے چھونے کی وجہ سے راحت پاتا تھا۔ دوسری طرف ایران کے بادشاہ کسریٰ کا تاج صحابہ کے پاؤں کے نیچے رل رہا تھا۔

وقت ہیجا تیغ او آہن گداز
دیدہ او اشکبار اندر نماز
درد عائے نصرت آمیں تیغ او
قاطع نسلِ سلاطین تیغ او

جنگ کے وقت آپ کی تلوار مبارک لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے اور نماز میں آپ کی آنکھ مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔

آپ کی تلوار مبارک دعا میں فتح کی امین بن جاتی تھی۔ یہ تلوار بڑے بڑے سرکش سلطانوں کی گردنیں اڑا دیتی تھی۔

در جہاں آئین نو آغاز کرد
مسند اقوامِ پیشیں در نورد
از کلید دیں درِ دنیا کشاد
ہمچو او بطن اُم گیتی نزاد

آپ نے جہان میں ایک آئین نو کی بنیاد رکھی۔ سابقہ اقوام کی مسندوں نے اپنے دروازے وا کر دیئے۔

دین کی کلید سے دنیا کا دروازہ بھی کھول دیا، ایسا لگا جیسے نئی دنیا، نیا جہاں آباد ہو گیا ہو۔

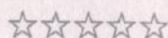
در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

ماند شبہا چشم او محروم نوم
تابہ تخت خسروی خوابید قوم

(اسرار و رموز: ٦٠)

ایک طرف آپ شبستانِ حرا میں خلوت گزیں ہوتے ہیں دوسرے طرف قوم کے لیے حکومت اور حکومت کے لیے آئین تیار فرما رہے ہیں۔

رات ترستی ہے کہ آپ مجھ میں نیند کو آرام بخشیں۔ تاکہ ساری امت آپ کے تختِ خسروی کے سائے میں آرام دہ نیند کے مزے لوٹے۔



حیات النبی ﷺ
اور
اقبال رحمتہ اللہ علیہ

محبت از نگاہش پائدار است
سلوکش عشق و مستی را عیار است
مقاش عبدہ آمد و لیکن
جہانِ شوق را پروردگار است

سوال: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیسے پڑھنا چاہئے؟

اقبال: ہر کسی کو اپنے اپنے ذوق کے مطابق ہدیہ درود و سلام پیش کرنا چاہئے۔ درود شریف پڑھتے وقت میری کیفیت حسب ذیل شعر میں بیان ہو چکی ہے۔

چوں بنامِ مصطفیٰ خوانم درود
از خجالت آب میگزدد وجود

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق: ۳۷)

ترجمہ: میں جب اپنے پیارے آقا علیہ السلام کو مخاطب کر کے درود پاک پڑھتا ہوں تو اپنے حال کو دیکھ کر شرمندگی اور احساس ندامت سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔

سوال: آپ کوئی دعا بھی کرتے ہیں؟

اقبال: ہاں! میں اپنے نور بصیرت کو عام کرنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں۔

خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کر دے
عبد دگر عبدہ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر

عام عبد اور عبدہ میں بڑا فرق ہے۔ ہم انتظار کرنے والے ہیں اور اس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

سوال: علامہ صاحب!
کیا انسان مر کر مٹی میں مل جاتا ہے؟ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

اقبال: مسلم تو وہ خاک نہیں کہ خاک اُسے جذب کر سکے یہ ایک قوت نورانیہ ہے کہ جامع ہے۔ جواہر موسویت (علیہ السلام) اور ابراہمیت (علیہ السلام) کی آگ سے چھو جائے تو بردو سلام بن جائے۔ پانی اس کی ہیبت سے خشک ہو جائے آسان و زمین

میں یہ نہیں سما سکتی کہ یہ دونوں ہستیاں اس میں سمائی ہوئی ہیں۔ پانی کو آگ جذب کر لیتی ہے۔ عدم بود کو کھا جاتا ہے۔ پستی بلندی میں سما جاتی ہے۔ مگر جو قوت جامع متضاد ہو اور محلل تمام تناقضات کی ہو اسے کون جذب کرے۔
مسلم کو موت نہیں چھو سکتی کہ اس کی قوت حیات و موت کو اپنے اندر جذب کر کے حیات و موت کا تناقض مٹا چکی ہے۔ مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت کو اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے اور اس کا دائرہ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم حاصل ہے محمدیت کا اور وارث ہے موسویت علیہ السلام اور ابراہیمیت کا۔ کیونکر کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے۔ البتہ اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے اور اس کی قوت جاذبہ بھی ذاتی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کف پا سے جس نے اس ریگستان کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔ (مکاتیب اقبال بنام گرامی ص ۱۲۷۔ ۱۲۸)

سوال: مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان فرمائیں؟

اقبال: میں نے نیاز الدین خاں صاحب کو ایک خط تحریر کیا تھا وہ بخوبی اس معاملے پر وضاحت کر دے گا۔ وہ خط حسب ذیل ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ سعادت کی بات ہے۔ قرآن شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے تا کہ قلب نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص اور محبت کے ساتھ محض قرآت کافی ہے۔
میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہوتے ہیں جس

طرح صحابہ ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔"

(مکاتب اقبال بنام خان نیاز الدین خان ص ۵۹۔۶۰)

سوال: علامہ صاحب! یہ فرمائیں کہ اب والدین کو اپنی اولاد کی پرورش کن خطوط پر کرنی چاہئے کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان بن سکیں؟

اقبال: میں ہر والد کے لیے وہی باتیں تجویز کرتا ہوں جو میرے والد نے مجھے ارشاد فرمائی تھیں۔

میرے والد نے مجھے کہا تھا۔

اند کے اندیش و یاد آر اے پسر
اجتماع امت خیر البشر
باز ایں ریش سفید من نگر
لرزہ بیم و امید من نگر
بر پدر ایں جور نازیبا مکن
پیش مولا بندہ را رسوا مکن

ترجمہ: "اے بیٹے ذرا سوچ جب قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا اجتماع ہوگا اور میرا اس جواب طلبی پر سفید داڑھی کے ساتھ امید و خوف کی حالت میں کانپنا دیکھ۔"

"بیٹے اپنے باپ پر یہ ناروا ظلم نہ کر اور اسے اپنے مولا کے سامنے شرمندہ نہ کر۔"

غنچہ از شاخسار مصطفیٰ
گل شو از باد بار مصطفیٰ-! ﷺ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت
بہرہَ از خلق او باید گرفت

فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہان دست وزبانش رحمت است
از قیامِ او اگر دو راستی!
زمیان محشر ما نیستی!

(اسرار ورموز: ۱۵۰،۱۵۲)

ترجمہ: ''بیٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاخ کا غنچہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بادِ بہاری کے فیض سے گل تمام بن جا۔''
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور خلق عظیم سے بہرہ ور ہونا ضروری ہے۔
مسلمان فطرتاً سراپا شفقت ہے اور جہان میں اس کے ہاتھ اور اس کی زبان سراسر رحمت ہے۔
اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور خلق عظیم سے تو کما حقہ بہرہ ور نہیں تو پھر تجھے ہم سے کوئی نسبت نہیں۔

سوال: علامہ صاحب! رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا صلہ آپ کی نظر میں کیا ملتا ہے؟

اقبال: سنیں۔

ہم چناں از خاک خیزد جانِ پاک
سوئے بے سوئی گریزد جانِ پاک
در رہ او مرگ وحشر وحشر ومرگ
جز تب وتابے ندارد ساز وبرگ
در فضائے صد سپہر نیلگوں
غوطہ پیہم خوردہ باز آید بروں
می کند پرواز در پہنائے نور
مجلش گیرندہ جبریل و حور

تاز ما زاغ البصر گیرد نصیب
بر مقام عبدہ گردد رقیب

عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ خاک سے جنم لیتے ہیں مگر اطراف وجہات کی قیود توڑ کر اس محبوب......... کی طرف پرواز کرتے ہیں۔

اس کی راہ میں مرگ اور حشر سب ہیچ ہو جاتے ہیں۔ ان کا ساز و برگ صرف تب و تاب پیہم اور سوز دوام ہے۔

وہ اس نیلگوں آسمان اور اس جیسے سینکڑوں آسمانوں کی فضا میں پرواز کر کے اور غوطے کھا کر پھر اس فضا سے نکل آتے ہیں۔

اور وہ غلام ایک فضائے نور میں پرواز کرتا ہے۔ جہاں اسے یہ قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ جبریل علیہ السلام فرشتوں اور حوروں سب کو اپنی گرفت میں لا سکتا ہے۔

اس وسعت نورانی اور فضائے نور میں اسے وہ ارتقا حاصل ہوتا ہے کہ وہ خیر البشر اور نورانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے صدقے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوتا ہے۔

اور اسے پھر اسے مازاغ البصر وما طغیٰ (نہ نظر کج ہوئی اور نہ اس نے کم و زیادہ دیکھا) سے حصہ ملتا ہے اور وہ عبدہ (اللہ کے بندے) کا ساتھی بن جاتا ہے۔

سوال: علامہ صاحب! مومن کے اخلاق کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب: اقبال۔

فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است
طینت پاک مسلماں گوہر است
آب و تابش ازیم پیغمبر است

(جاوید نامہ: ۱۵۱)

ترجمہ: فطرت مسلم سراپائے شفقت ہے۔ دنیا میں اس کے ہاتھ اور زبان سے رحمت و محبت ہی کا ظہور ہوتا ہے۔

مسلمان کی طبیعت ایک موتی کی طرح ہے۔ اس موتی کو چمک، دمک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سمندر سے ملتی ہے۔

سوال: علامہ صاحب اسوۂ حسنہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے ارشاد فرمائیں۔

اقبال: میرے نزدیک اسوۂ حسنہ دیدار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ ہے۔ سنیں: میں عرض کر چکا ہوں۔

معنٰی دیدار آں آخر زماں
حکم او بر خویشتن کردن رواں
در جہاں زی چوں رسول انس و جاں
تاچو او باشی قبول انس و جاں
باز خود رابیں ہمیں دیدار اوست
سنت او سرّے از اسرار اوست

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع اور پیروی کا نام ہی دیدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جس طرح آپ کا اسوۂ حسنہ تلقین کرتا ہے۔ اگر تم اس طرح کرو گے تو تم کو جن وانس سب میں قبولیت حاصل ہو جائے گی۔ آپ کی سنت کی پیروی میں ڈوب کر خود شناسی حاصل کرو یہی آپ کا دیدار ہے یاد رکھو کہ آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی سنت آپ کے اسرار میں سے ایک سر ہے۔

سوال: علامہ صاحب! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''نقش پا'' کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان فرمائیں۔

اقبال:

نقش پایش خاک را بینا کنند
ذرہ راچشمک زنِ سینا کنند
نقش اوکر سنگ گیرد، دل شود
دل گراز یادش نسوزد گل شود
در رہِ حق تیز تر گردد تگش
گرم تر از برق، خوں اندر رگش
بیم و شک میرد، عمل گیرد حیات
چشم می بیند، ضمیر کائنات

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقش قدم میں وہ اکسیر ہے جو خاک کو بینائی عطا کرتی ہے اور وہ تاثیر ہے کہ بے مایہ ذرّے کورشک کوہِ سینا کرتی ہے۔

جس دل میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یاد نہیں وہ ایک مشت خاک ہے۔

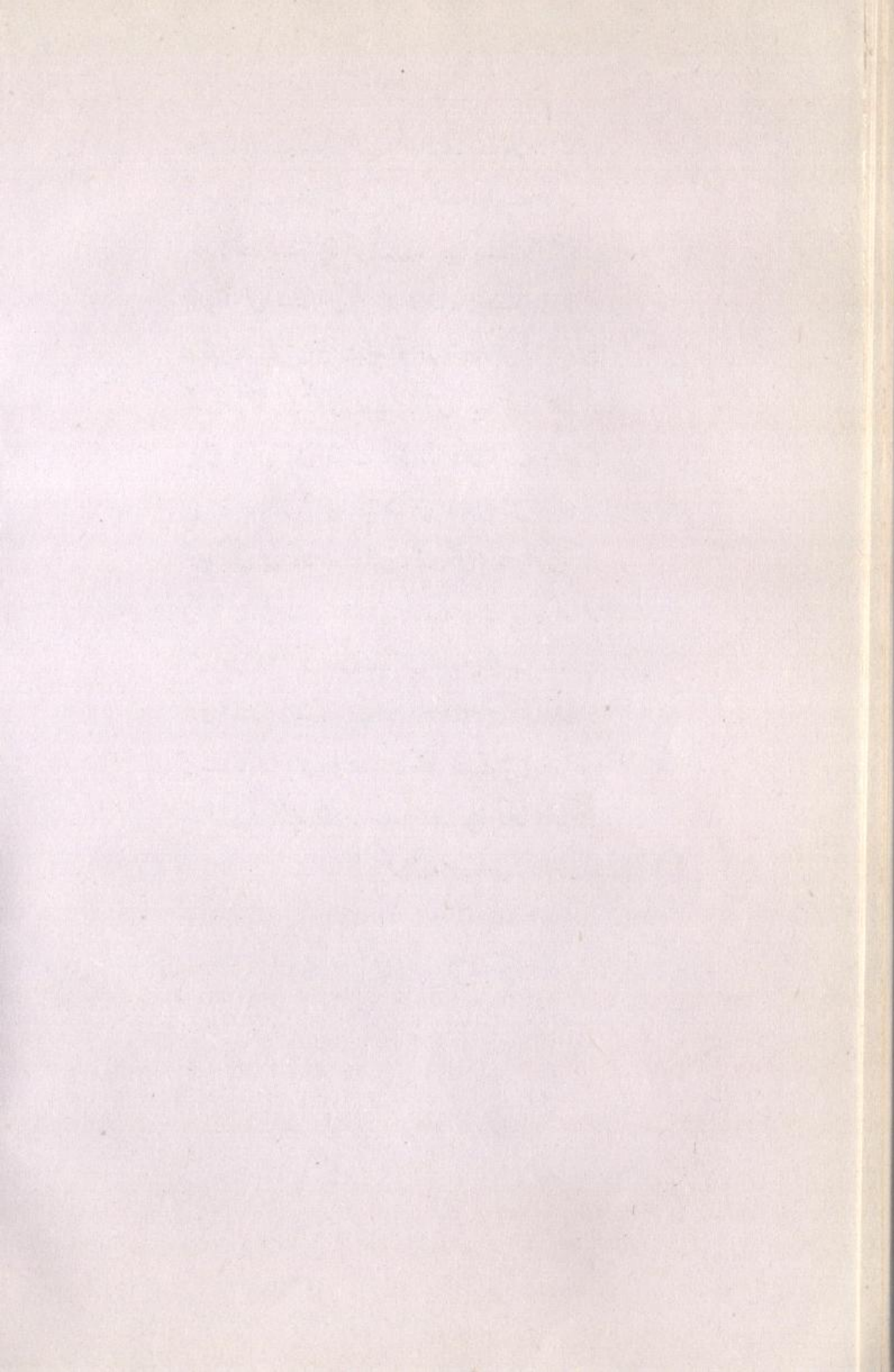
جس پتھر پر آپ کا قدم مبارک ثبت ہو جائے وہ دھڑکتے دل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے سے رگوں میں خوں، بجلی سے بھی زیادہ گرم ہو جاتا ہے اور راہ حق پر چلنے کی تگ و دو تیز ہو جاتی ہے۔

شک اور عدم یقین فنا ہو جاتے ہیں۔ زندگی عمل اور جدو جہد سے عبارت ہو جاتی ہے۔ چشم ایسی بینا ہو جاتی ہے کہ وہ ضمیر کائنات کے اندر جھانک لیتی ہے۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں
نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو ہٹا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

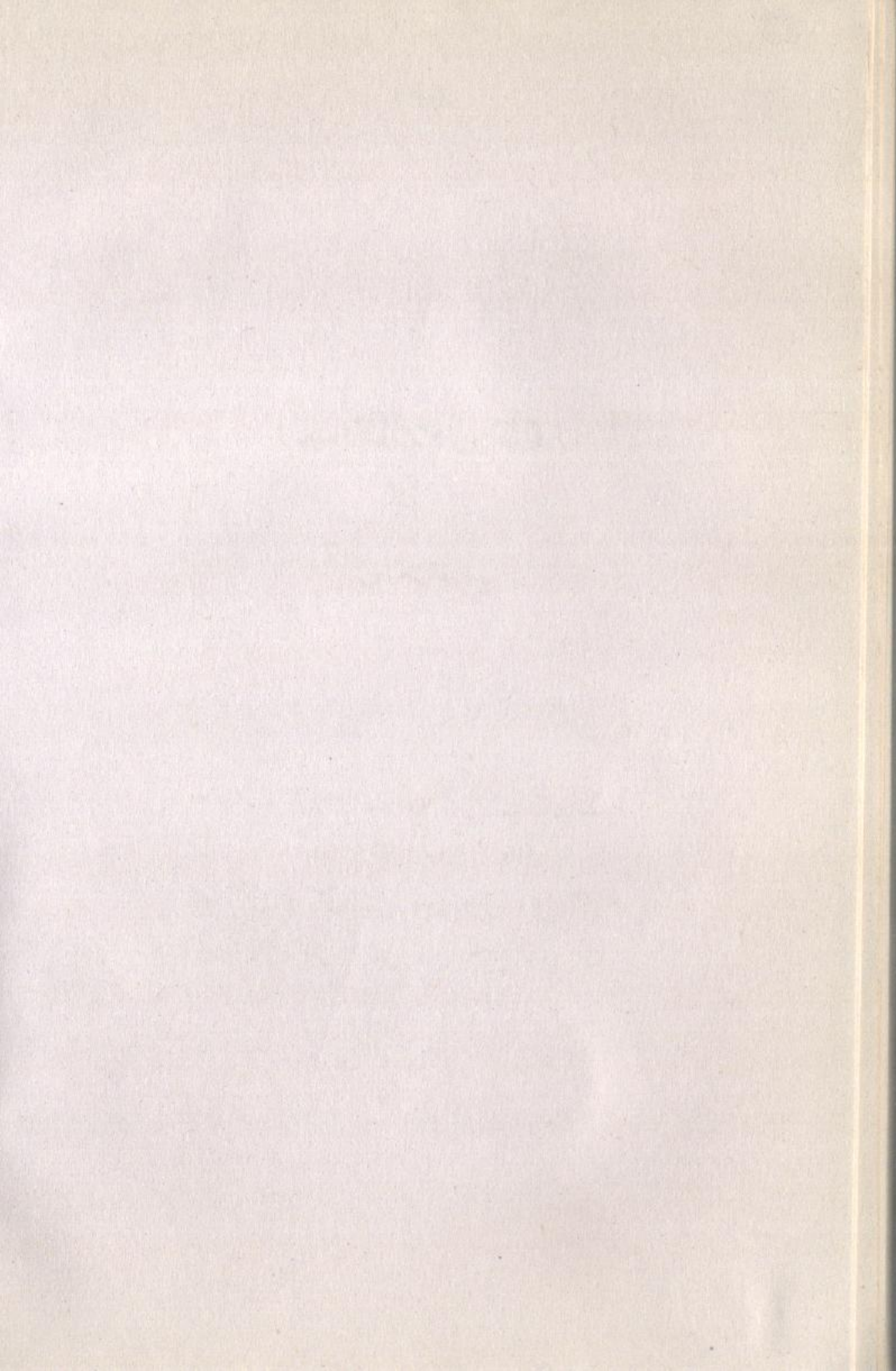
جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل نہ بہلا
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر
بہار جنت سے کھینچتا تھا ہمیں مدینے سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر
لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حور جنت کو اس میں کیا ہے
کہ شور محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر
تیری جدائی میں خاک ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دیار یثرب میں آ ہی پہنچے صبا کی موجوں میں مل ملا کر
شہید عشق نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر
رکھی ہوئی کام آ ہی جاتی ہے جنس عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اُسے پوچھتا پھرے ہے زہر شفاعت دکھا دکھا کر
تیرے ثنا گو عروس رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روزِ محشر
کہ اس کو پیچھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر

(اقبال اور محبت رسول از ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی، ۱۴۹)



مالک و مختار رسول ﷺ
اور
اقبال رحمتہ اللہ علیہ

وہ دانائے سبل مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ



سوال: مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے کیا مانگنا چاہئے؟

اقبال:

سر جھکا کر مانگ لے عشق نبی اللہ سے
جذبہ سیف الٰہی، زور علی اللہ سے
عشق ختم الانبیاء تیرا اگر سامان ہے
زندگی کا ہر سفر تیرے لیے آسان ہے
تو صبا کی طرح کر سکتا ہے گلشن سے سفر
تازہ کر سکتا ہے آئین صدیق و عمر
ہاتھ میں لے کر یہ خنجر اور سپر قرآن کی
تو اگر چاہے بدل دے زندگی انسان کی
اے جوانِ پاک اٹھ گردش میں لا پھر جام کو
عام کر دے لَآ وَ اِلَّا اللّٰہ کے پیغام کو

سوال: علامہ صاحب! اگر محسوس نہ فرمائیں تو عرض کروں کہ دیکھیں آپ بار بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار رہے ہیں جب کہ پکارنا.........

اقبال: آپ صرف میرا عقیدہ سنتے رہیں۔ اپنی یا دوسروں کی باتیں کم کریں۔ میرا عقیدہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ہے کہ میں آپ کو نہ صرف پکارتا ہوں بلکہ اپنے دوستوں کے لیے استمداد بھی کرتا ہوں۔

حضورِ تو غمِ یاراں بگویم
بامیدے کہ وقت دلنوازی است
ننالم از کسے مے نالم از خویش
کہ ما شایان شان تو نبودیم

(ارمغان حجاز: ۵۳)

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ جرأت کہاں کہ آپ سے کچھ عرض کروں۔ اس وقت آپ کی دلنوازی کا جلوہ پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے۔ اس لیے یہ غلام اپنے احباب کا غم آپ کی بارگاہ عالی میں عرض کر رہا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر سے استمداد نہیں کر رہا بلکہ اپنے لیے نالہ کناں ہوں اور شرمندہ ہوں کہ ہم آپ کے شایان شان نہ تھے۔ (لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت میں پیدا فرمادیا۔ اب اپنی چادر رحمت سے باہر نہ رکھیو۔''

مزید سن لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد کے بارے میں میرا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

یک نظر کردی و آداب فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاک مرا داسوختی

(ارمغان حجاز:۵۳)

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی نگاہ لطف سے مجھے نوازا اور اپنی محبت میں فنائیت کے آداب سکھادیئے۔ وہ کتنا خوشگوار دن تھا جب آپ کی نظر کرم ہوئی اور میرے نفس کی تمام آلائشیں جل کر ختم ہوگئیں۔''

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگویم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم

(ارمغان حجاز:۵۴)

ترجمہ: اے میرے ہم نفس تو اور میں دونوں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھائل ہیں۔ آ دونوں مل کر شہنشاہِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سراپائے فریاد بن جائیں۔ آپ کے قدمین شریفین سے اپنی آنکھیں عجز کے ساتھ ملیں اور پھر آپ کی بارگاہ میں رو رو کے اپنی تمنا بیان کریں۔

حکیماں را بہا کمتر نہاوند
بناداں جلوۂ مستانہ دا دند
چہ خوش بختے، چہ خرم روز گارے
درِ سلطان بہ درد یشے کشادند

(ارمغان حجاز:۵۴)

ترجمہ: بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکیموں اور چودھریوں کی بارگاہ نہیں ہے یہاں پر غلام حسن کے جلوے کی خیرات سے اپنی جھولی بھر سکتا ہے۔ بے سروسامانوں کو سلطانِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے زندگی ملتی ہے۔ نصیب ملتا ہے اور زمانے کی تقدیر بدلنے کا اختیار ملتا ہے۔

درآں دریا کہ اورا ساحلے نیست
دلیل عاشقاں غیر از وے نیست
تو فرمودی رہ بطحا گر فیتم
وگرنہ جز تو مارا منزلِ نیست

ترجمہ: عشق وہ دریا ہے جس کا ساحل کوئی نہیں اس راستے میں دل ہی راہنما ہوتا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے فرمایا تو میں مدینہ طیبہ کی طرف چلا ورنہ آپ کے سوا میری کوئی منزل نہیں۔

گلستانے زخاک من بر انگیز
نم چشم بخون لالہ آمیز
اگر شایان نیم تیغ علیؓ را
نگاہ ہے وہ چو شمشیر علیؓ تیز!

بنورِ تو بر افروزم نگہ را
کہ بینم اندرونِ مہر دمہ را

چومیگویم مسلمانم، بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الہ را
مرا ایں ابتدا، ایں انتہا بس
خراب جرأت آں زید پا کم
خدارا گفت را مصطفیٰ بس

ترجمہ: میری خاک سے ایک گلستان پیدا فرما دیں۔ خون لالہ میں میرے آنسو ملا دیں۔ مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کے لائق تو نہیں مجھے آپ کی تلوار جیسی مؤثر نگاہ عطا فرما دیں۔

آپ کے نور مبارک سے اپنی نظر منور کر کے میں چاند اور ستاروں کے اسرار دیکھنا چاہتا ہوں۔ خود کو مسلمان کہتے ہوئے لرز جاتا ہوں کیونکہ لَآ اِلٰہَ کہنا بڑا آسان ہے اور اس کو نبھانا بڑا دشوار۔

تیرے کوچے میں غم و آلام کی صدائیں بہت زیادہ ہیں۔ مجھے اتنا ہی آغاز و انجام کافی ہے۔ میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت مبارکہ کا ثنا خواں ہوں جس نے کہا تھا مجھے اللہ کا رسول کافی ہے۔

چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خند است
شبس کوتاہ در دز او بلند است
قدم اے راہرو آہستہ ترنہ
چو ماہر ذرہَ او درد منداست
چہ خوش صحرا کہ در دے کارواں
درودے خواندو محمل براند
بہ ریگ گرمِ او آور بجودے
جبیں را سو تا داغے بماند!

ترجمہ: خوشا! یہ صحرا جہاں قافلے در قافلے بصد شوق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام پڑھتے جا رہے ہیں اور دھوپ سے جھلسی ہوئی ریت پر اپنی پیشانیاں رگڑ کر سجدے کئے جا رہے ہیں۔

مدینہ طیبہ شام بھی صبح کی طرح مسکراتی ہے۔ یہاں کی راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہوتے ہیں۔ اے مدینہ کے راہی قدم نرمی سے رکھ کر یہاں کے ذرّے بھی عشق سے لبریز ہوا کرتے ہیں۔

دریں وادی زمانی جاودانی
زخاکش بے صور روید معانی
حکیماں باکلیماں دوش بردوش
کہ ایں جا کس نگوید 'لن ترانی'

تب و تابِ دل از سوز غم تست
نوائے من ز تاثیرِ دم تست
بنالم زانکہ اندر کشورِ ہند
ندیدیم بندۂ کو محرم تست

ترجمہ: اس وادی میں آ کر زندگی کو دوام ملتا ہے۔ ہر سمت یہاں ایمان کے پھول کھلے ہیں، ان کی صورتوں کا شمار ممکن نہیں۔ یہاں قدم قدم پر حکیم وکلیم سے ملاقات ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ دربار لن ترانی کہنا جانتا ہی نہیں۔

آپ کی نظر کرم سے میری بات میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ میرے دل میں آپ کے غم سے ایک حشر بپا رہتا ہے۔ ہندوستان کے بارے میں اس لیے روتا ہوں کہ اس دیس میں آپ کا پہچاننے والا کوئی نہیں۔

بچشم من نگہ آوردۂ تست
فروغ لَآ اِلٰہَ آوردہ تست

دو چارم کن بہ صبح مَنْ رَآنِی
شبم را تاب مہ آوردۂ تست!

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!
آپ نے مجھے نظر بخشی۔ پھر مناظر کا ظہور ہوا، آپ نے لَآ اِلٰہَ سے میرے پیکر کو روشن فرمایا۔ اب مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ کے ہنگامے سے مجھے بھی دوچار فرمادیں۔

چساں احوال او را بر لب آرم
تو می بینی نہان و آشکارم
ز روداد دوصد سالش ہمیں بس
کہ دل چوں کندۂ قصاب دارم!

نماند آں تاب وتب درخون نابش
نروید لالہ از کشت خرابش
نیام او تہی چوں کیسۂ او
بطاقِ خانۂ ویراں کتابش

حقِ آں کہ مسکین و اسیر، است
فقیر و غیرت او دیر میرا است
بروئے او در مے خانہ بستند
دریں کشور مسلماں تشنہ میراست

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!
آپ میرے ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں مجھے بیان کی طاقت بھی نہیں۔ یہ صدیوں کی داستانِ الم ہے اور میرا دل قصاب کے کیے ہوئے قیمے سے بھی زیادہ زخمی ہے۔

دل بے تب وتاب ہے۔ خون بے جان ہے۔ گل ولالہ کیا کھلیں؟ اس کا تو کھیت ہی ویران ہے۔ نیام خالی، کیسہ خالی، ایمان کی حالت یہ ہے کہ قرآن ہمارے گھروں میں طاقوں پر پڑا رہتا ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اس مسکین واسیر کو اپنے در کی خیرات عطا فرما دیں، اس میں فقر و غیرت کے چند ذرّے ابھی باقی ہیں۔ اگرچہ تقدیر نے ان پر مے خانے کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ لیکن ہندوستانی غلام آپ کی محبت کا اب بھی پیاسا ہے۔

بیا ساقی بگرداں جام مے را
ز مے سوزند ترکن سوزِ نے را
دگر آں دل بنہ در سینۂ من
کہ پیچم پنجۂ کاؤس وکے را

بصدیق فطرتِ رندانۂ من
بسوزِ آہِ بیتابانۂ من
بدہ آں خاک را ابر بہارے
کہ در آغوشِ گیرد دانہ من

چو رومی در حرم دادم اذاں من
از آموختم اسرارِ جاں من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن، او
بہ دور فتنۂ عصرِ رواں من

ترجمہ: اے ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

پھر وہی جامِ مے گردش میں آنا چاہئے جو سوزِ مَے کو مزید کیف وسرور عطا کرے میرے سینے میں وہی دل پھر عطا ہو جو کاوش مَے کے ساز کو توڑ ڈالے۔

آپ کو میری فطرت رندانہ کا واسطہ، آپ کو میری تب و تاب اور دل دیوانہ کا واسطہ۔ اس خاک کو سیراب کر کے اپنے دامن رحمت میں لے لیں تا کہ میرا ہر دانہ بارآور ہو جائے۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

میری اذاں اور میرا ترانہ فیض رومی سے روشن ہے اور میرا انداز سب سے جداگانہ ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمہ کا زمانہ فتنۂ عصر کہنہ تھا جب کہ میرا زمانہ فتنہ عصر سے بھرپور ہے۔

ملوکیت سراپا شیشہ بازی است
ازو ایمن نہ رومی، نے حجازی است
حضور تو غم یاراں بگویم
بامیدے کہ وقت دل نوازی است

دگرگوں کرد لادینی جہاں را
ز آثار بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیق دادی
بشورے آور ایں آسودہ جاں را

(ارمغان حجاز: ۷۲)

ترجمہ: اس ملوکانہ نظام سے بڑا فریب دنیا میں اور کوئی نہیں جس کے حلوں کو رومی روکتا ہے لیکن عرب مجبور ہو جاتا ہے۔

یہ باتیں اس لیے کر رہا ہوں یہ نوازش کا وقت ہے۔ اس لیے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیقوں کا غم آپ کی بارگاہ میں عرض کر رہا ہوں۔

یہ جہاں شیوۂ لادینی سے دگرگوں ہے۔ جسم میں اگر جان ہو تو یہ لوگ اسے زندگی سمجھتے ہیں۔ دل میں بار بار یہ شور اٹھتا ہے کہ اسے وہ فقر عطا کریں جسے سیّدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص نسبت ہو۔

مراں از درد کہ مشتاق حضوریم
ازاں دردے کہ وادی ناصبوریم
بفرما ہرچہ می خواہی بجز صبر
کہ ما از وے دوصد فرسنگ دوریم

فقیرم از تو خواہم ہرچہ خواہم
دل کو ہے خراش از برگ کاہم
مر درس حکیماں درد سرداد
کہ من پروردۂ فیض نگاہم!

غریبم درمیان محفل خویش
تو خود گو باکہ گویم مشکل خویش
ازاں ترسم کہ پنہا شود فاش
غم خود را نگویم بادل خویش!

ہنوز ایں خاک دارائے شررہست
ہنوز ایں سینہ را آہ سحر ہست
تجلی ریز برچشم کہ بینی
بایں پیری مراتابِ نظر ہست؟
(ارمغان حجاز: ۹۲)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!
میں حضوری کا مشتاق ہوں، مجھے در سے نہ دھتکاریں میرے دل کو ایک لمحے کے لیے بھی سکون میسر نہیں، میں آپ کا ہر حکم بجالانے کے لیے دل وجان سے تیار ہوں لیکن اب مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ صبر مجھ سے دوصد میل کے فاصلے پر ہے۔
یہ فقیر صرف آپ کے در اقدس پر ہاتھ پھیلاتا ہے۔ میرے تنکے جیسے دل کو پہاڑ

کی طرح مضبوط فرما دیں۔ حکیموں کا درس میرے سر درد کا باعث ہے کہ میری نگاہ تو آپ کی نگاہ فیض کی پروردہ ہے۔

آپ ﷺ ہی ارشاد فرما دیں!

میں اپنا غم، آپ کے سوا کس سے بیان کروں، میں تو اپنوں کی محفل میں بھی اجنبی رہتا ہوں، ڈرتا ہوں کہیں میرا غم ظاہر نہ ہو جائے۔ اسی لیے اپنا غم اپنے دل سے بھی چھپا کر رکھتا ہوں۔

میں ابھی اس پیکر خاکی میں شرر رکھتا ہوں، ابھی اپنے سینے میں آہِ سحر رکھتا ہوں، آپ ایک بار سامنے آ کر مجھے اپنا جلوہ حسن دکھا دیں میں اس بڑھاپے میں بھی تاب نظر رکھتا ہوں۔

زشوقِ آموختم آں ہاؤ ہوئے
کہ از سنگے کشاید آب جوئے
ہمیں یک آرزو دارم کہ جاوید
زعشق تو بگیرد رنگ و بوئے

ترجمہ: آپ کے شوق نے مجھے وہ انداز فغاں سکھایا ہے۔ میرے چاہنے سے سینۂ سنگ نہریں رواں ہوتی ہیں۔

اس بڑھاپے میں میرے دل کا فقط یہ ارمان ہے کہ آپ کے رنگ و بو سے عشق جاوید عطا ہو جائے۔

ز سوزِ ایں فقیر رہ نشینے
بدہ او را ضمیر آتشینے
دلش را روشن و پایندہ گرداں
زامیدے کہ زاید از یقینے

مرا تنہائی و آہ و فغاں بہ
سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ
کجا مکتب، کجا مے خانۂ شوق!
تو خود فرما مرا ایں بہ کہ آں بہ؟

پریدم در فضائے دلپذیرش
پرم ترگشت از ابر مطیرش
حرم تا در ضمیر من فرد رفت
سرودم آنچہ بود اندر ضمیرش
(ارمغان حجاز: ۸۲)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!
آپ مسلمان کو وہ ضمیر روشن عطا فرمادیں جو اس خاک نشین کے سوز سے پیدا ہو۔ دل کو امید سے درخشندہ و پائندہ فرمادیں کیونکہ یہ وہ روشنی ہے جو یقین سے پیدا ہوتی ہے۔
مدینہ طیبہ کے خوش تر سفر میں خلوت ہے، زاری ہے۔ مجھے قافلہ و بانگ درا کبھی بھی خوش تر نہیں رہی۔ مکتب اور مے خانوں کی مستی میں فرق ہوتا ہے۔ اب تو ہی بتا مجھے کیا محبوب ہونا چاہئے۔
آپ کے فیضان کی برسات میری دمساز ہے اور کیسی پر کیف فضاؤں میں میری پرواز ہے۔ جب سے حرم پاک میرے دل میں بسا ہے اس وقت سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتیں آپ کی کرتا ہوں، فقط آواز میری ہوتی ہے۔

بآں رازے کہ گفتم، پے نبردند
ز شاخ نخل من خرما نخوردند
من اے میر امم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند

زبان ماغریباں از نگا ہیست!
حدیث دردمنداں اشک وآہیست!
کشادم چشم و بربستم لب خویش
سخن اندر طریق ماگنا ہیست!

نم و رنگ از دم بادے نخویم
ز فیضِ آفتابِ تو بروییم
نگاہم ازمہ پرویں بلند است
سخن را بر مزاج کس نگویم

ترجمہ: اے میرِ امم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ سے داد کا طالب ہوں میرے دوست مجھے غزل خواں سمجھتے ہیں۔ میری رمز کے عنوان کو کسی نے نہیں سمجھا اور نہ میرے نخل کا خرما ہی چکھا۔

دردمندوں کی یہ عجیب رسم ہے کہ وہ چپ رہتے ہیں۔ ہر لمحہ سختیِ غم اپنی جان پر سہتے ہیں کیونکہ محبت میں لب کھولنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میدان میں جو بھی کہنا ہو نگاہوں سے کہا جاتا ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

آپ وہ سورج ہیں، جس سے میری نشوونما ہوتی ہے۔

میرا جسم اور روح بادِ صبا کے کبھی بھی طالب نہیں رہے۔

میری نگاہیں چاند ستاروں سے بھی بلند ہیں۔ اسی لیے یاروں کی طبیعت سے میرا سخن ہم آہنگ نہیں۔

بایں پیری رہ یثرب گرفتم
نواخواں از سرور عاشقانہ

چوں آں مرغے کہ در صحرا سر شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ

(ارمغان حجاز: ۲۹)

ترجمہ: اس پرندے کی طرح ہے جو شام کے وقت صحرا میں اپنے گھر کی طرف رواں دواں ہو، اسی طرح میں بھی بڑھاپے کی عمر میں وادیٔ روشن مدینہ طیبہ کی طرف گرتا پڑتا جا رہا ہوں۔

گناہِ عشق و مستی عام کردن
دلیل پختگان را کام کردند
باہنگ حجازی می سرایم
نخستین بادہ کاندر جام کردند

ترجمہ: عشق و مستی کے گناہوں سے دنیا جل تھل ہو چکی ہے، عقل کے سارے دلائل نظر سے اوجھل ہو چکے ہیں۔
میرا عالم وجد ہے، مدینے کا سفر ہے، حجازی آہنگ میں عراقی غزل گاتا جا رہا ہوں۔

مہا رائے ساریاں اور انشاید
کہ جانِ اُو چو جانِ ما بصیر است
من از موج خراش می شناسم
چو من اندر طلسم دی اسیر است
نم اشک است در چشم سیاہش
دلم سوز و زآہِ صبح گاہش
ہماں مے کو ضمیرم را برافروخت
پیا پے ریزد از موجِ نگاہش

ترجمہ: ساربان تو ہی بتا کیا اب اس کی مہار کھینچنا اچھا لگے گا، میری طرح یہ بھی جادہ و منزل کی بصیرت رکھتی ہے۔ اس کی چال دیکھ کر مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میری

طرح یہ بھی صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلام ہے۔
اونٹنی کی آنکھ سے بھی میری طرح آنسو بہنے لگے۔ میرے دل کی بے تابی اس کی آہ وفغاں سے جھلک رہی ہے اور وہی تاثیر اس کے عمل سے پھوٹ رہی ہے جس سے میرا ضمیر روشن ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے وہی شراب چھلک رہی ہے جس کے پینے سے میں مست ہوا تھا۔

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رو
کہ راکب خستہ و بیمار و پیراست
قدم مستانہ زد چنداں کہ گوئی
بپایش ریگ ایں صحرا حریراست

ترجمہ: میں اپنی سواری ناقہ سے کہا آہستہ چل، تجھے میرے ضعف اور بڑھاپے کا احساس نہیں۔ اس نے جھوم کر قدم اٹھایا اور مجھے کہنے لگی، مدینے کا سفر کرتے ہوئے مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ریت پر نہیں بلکہ مخمل کے فرش پر چل رہی ہوں۔

تو سلطانِ حجازی، من فقیرم!
دلے در کشورِ معنی امیرم
جہانے کوزِ تخمِ لَآ اِلٰہَ رُست
بیا بنگر باآغوش ضمیرم
(ارمغان حجاز:۱۱۶)

ترجمہ: اے عبدالعزیز ابن سعود!
تو حجاز کا امیر ہے، میں بے چارہ فقیر ہوں۔ معنی ومفہوم کی سلطنت میں امیر ہوں، اگر تو نے لَآ اِلٰہَ سے میرا پیدا کردہ عالم دیکھنا ہو تو میری ضمیر آغوش پر نظر ڈال۔

گہے شعر عراقی را بخوانم
گہے جامی زند آتش بجانم

ندانم گرچہ آہنگ عرب را
شریک نغمہ ہائے سار بانم

ترجمہ: میں کبھی حضرت عراقی علیہ الرحمہ اور کبھی امام جامی کے اشعار پڑھتا ہوں۔ ان کے اشعار سے میری روح درخشاں ہوتی ہے۔ اگرچہ میں آہنگ عرب سے ناواقف ہوں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثناخوانوں سے میری نسبت بڑی گہری ہے۔

امیر کارواں! آں اعجمی کیست
سرودِ او با آہنگ عرب نیست
زند آں نغمہ کز سیرابی او
خنک دل در بیابانے تواں زیست

(ارمغان حجاز: ۵۰)

ترجمہ: یہ عجمی نغمہ سرا کون ہے؟ اس کی لے ملک عرب کی تو نہیں لگتی وہ دلوں کو اس عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیراب کر رہا ہے کہ زندگی تپتے ہوئے صحرا میں بھی حسین لگتی ہے۔

سوال: کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفا مانگنی چاہئے؟

اقبال: شفا ملتی ہی یہاں سے ہے۔ مدینے سے ساری دنیا کو ایمان کی بیماری سے شفا ملتی ہے۔

اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا:
کھلنے کو جدّہ میں ہے شفاخانۂ حجاز
ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرّہ بے قرار
سنتا ہے تو کسی سے جو افسانۂ حجاز
دست جنوں کو اپنے بڑھا جیب کی طرف
مشہور تو جہاں میں ہے دیوانۂ حجاز

دارالشفاء حوالیٔ بطحا میں چاہیئے!
نبض مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیئے!
میں نے کہا کہ موت کے پردے میں ہے حیات
پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت مجاز میں
تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضرؑ نے وہ عمر دراز میں
اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں
آتے ہیں آپ لے کے شفا کا پیام کیا؟
رکھتے ہیں اہلِ درد مسیحا سے کام کیا؟

دعائے اقبال بحضور سرور کائنات ﷺ

شراب کہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا
مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا
مری خاک جگنو بنا کر اڑا
خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر
ہری شاخ ملت ترے نم سے ہے
نفس اس بدن میں ترے دم سے ہے
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضٰی سوزِ صدیق دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق میری نظر بخش دے
مری ناؤ گرداب سے پار کر
یہ ثابت ہے تو اس کو سیار کر
بتا مجھ کو اسرارِ مرگ و حیات
کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات
میرے دیدۂ تر، کی بے خوابیاں
مرے دل کی پوشیدہ بیتابیاں
مرے نالہ نیم شب کا نیاز
مری خلوت و انجمن کا گداز
امنگیں مری، آرزوئیں مری
امیدیں مری جستجوئیں میری
مری فطرت آئینہ روزگار
غزالانِ افکار کا مرغزار
مرا دل رزم گاہِ حیات
گمانوں کے لشکر یقیں کا ثبات
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
مرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے

(بالِ جبریل: ۱۲۴، ۱۲۵)

دعائے اقبال

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آب گینوں میں
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں؟
پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ماعرضنا پر
تیرا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب آفرینوں میں
نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں تیرے باریک بینوں میں
خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

دعائے اقبال

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوسیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو فاش کر اے روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

(ضرب کلیم: ۴۸)

شہید عشق نبی

ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی تھی مجھے بھی حشر میں تاکتی تھی
کہیں شفاعت نہ دے گئی ہو مری کتاب عمل اٹھا کر

یہ پردہ دادی تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
دبک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامن تر میں منہ چھپا کر

شہید عشق نبی ہوں میری لحد پہ شمعٔ قمر جلے گی
اُٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغِ خورشید سے جلا کر

خیال راہِ عدم سے اقبال تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ سفر نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر

(اقبال اور محبت رسول از ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی، ۱۴۹)

درِ رسول ﷺ کی حاضری

اور

اقبال رحمتہ اللہ علیہ

آنچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام دانی کہ چیست؟
یک چمن گل، یک نیستاں نالہ، یک خم خانہ مے

اقبال کا کاروانِ شوق جھلملاتے تاروں کی سکوت افزا شبنمی چھاؤں میں جانب منزل رواں ہے فکر اقبال کی بصیرت افروز جہاں تاب روشنی میں زمزمہ سنج و نغمہ بار جذب وکیف کی نورانی وادیاں طے کرتا اس مقام تک آ پہنچا ہے۔ جہاں سے چراغ منزل روشنی کے جگمگاتے مینار کی طرح دور سے مسکراتا نظر آ رہا ہے۔

وہ مقام

جہاں اس منزل کی تکمیل ہو گی جس کے لیے خاک کے ذرّے مختلف ارتقائی ادوار طے کر کے پیکر آدم میں متشکل ہوئے۔

اور پیکر آب وگل، مقام شرف و مجد انسانیت کی طرف رواں دواں جادہ پیمان ہوا یہ راحلہ شوق ابھی راستے پر چند قدم چلا ہے۔ وہ دیکھئے ہر فرد کارواں کی نگاہ۔

مصروف احرامِ بندی ہے۔ روح کا وضو آنسوؤں کی تری سے ہو رہا ہے۔ دلوں کی سیاہی نور میں تبدیل ہو رہی ہے۔ شگفتہ و شاداب پھولوں کو دامن نگاہ میں لیے ہر فرد حجاز کی مقدس وادی کی طرف جا رہا ہے۔ اقبال میر کارواں ہے جو کارواں کو بتا رہا ہے کہ:

یہ وہ مقدس وادی ہے جہاں کا ہر سنگ ریزہ جلوہ فروشِ صد طور اور ہر ذرّہ آئینہ نمائے ہزار سینا ہے۔ اس لیے یہاں قلب کی ہر حرکت صرف نیاز اور نگاہ کی ہر جنبش وقف سجود ہو گی۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر ہر زائر حریم قدس کا ولولۂ شوق تیز اور راحلۂ ذوقِ عناں ہو جاتا ہے کہ منزل کا قرب اور عید...... نظارہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کشش اس کے رگ و پے میں بجلیاں بھر دیتی ہے لیکن اس مقام پر پہنچ کر عالم یہ ہو جاتا ہے کہ ذوق شوق کی تمام برق آسا بے قراریاں اور جذب و کیف کی والہانہ سرمستیاں پکار اُٹھتی ہیں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

ایمان دوسری طرف تلقین کرتا ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سوال: مدینہ طیبہ کے بارے میں اپنے خیالات سے آگاہ فرمائیں؟

اقبال: آپ کے سوال کا جواب پھر دوں گا پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی روح کو سمجھ لیں۔ بعد ازیں متعلقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کرنے کی توفیق بھی ملے گی۔

میرا نظریۂ محبت!

شورِ عشقش دَرنَئے خاموشِ مَن
می تپد صد نغمہ در آغوشِ مَن
من چہ گویم از تو لایش کہ چیست
خشک چوبے در فراقے او گریست

(اسرار و رموز:۲۲)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا عشق میری روح میں بسا ہوا ہے۔ اور محبت و فراق کے ہزاروں نغمے میرے سینے میں ابل رہے ہیں۔ اے مخاطب اس حالت کیف وسرور کی کیا تعبیر کروں تو صرف اتنا سمجھ لے کہ آپ کی محبت تو وہ ہے جو بے جان اور خشک لکڑی (اُستن حنانہ) کو بھی آپ کی قربت کے لیے

بے قرار کر دیتی ہے۔
(چنانچہ احادیث مبارکہ گواہ ہیں کہ منبر کی خشک لکڑی آپ کی جدائی میں ایسے زار و قطار اور بلند آواز سے روئی کہ اس کی آہ و فغاں سننے والے صحابہ حیران و ششدر رہ گئے)۔

اب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میرا عقیدہ سنیں!

خاکِ یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است!

ترجمہ: "شہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ دونوں عالموں سے بلند تر ہے۔ یثرب کتنا پیارا اور مبارک شہر ہے جہاں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔"
(دونوں عالموں میں عرش معلیٰ بھی ہے۔ لوح و قلم بھی ہے۔ جنت بھی ہے۔ غرضیکہ عالم بالا و پست کی ہر چیز شامل ہے۔)

مزید سنیں!

ہستیِ مسلم تجلی گاہِ اوست!
طورہا بالا ز گرد راہِ اوست!
پیکرش را آفرید آئینہ اش
صبح من از آفتاب سینہ اش
در تپید دمبدم آرامِ من
گرم تر از صبح محشر شامِ من
ابر آزار است و من بستانِ او
تاک من نمناک از بارانِ او
چشم در کشت محبت کاشتم
از تماشا حاصل برداشتم

(اسرار و رموز ٦٦)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قدموں کی خاک ایسی مقدس اور بلند مرتبہ ہے کہ اس سے کوہ طور جیسے کئی طور جنم لیتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ میرا جسمانی وجود بھی آپ کے نور سے وجود میں آیا۔ آپ کے مقدس اور پُرنور سینے سے میری صبحیں روشن و درخشاں رہتی ہیں۔ ہر لحہ آپ کے فراق میں تڑپنا میرے لیے فرحت بخش عمل ہے۔ میری شام فراق صبح قیامت سے زیادہ مضطرب اور سرگرم ہے۔ وہ بہار کا بادل ہیں تو میں اس بادل سے سیراب کیا ہوا باغ ہوں۔ میں ان کی محبت کی کھیتی میں اپنی آنکھوں کو بو کر ایسے نظاروں سے فیض یاب ہوا جو بیاں میں نہیں آسکتے۔

یعنی

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اقبال
اڑا کے مجھ کو غبارِ رہ حجاز کرے

(بانگ درا: ۱۰۶)

مدینہ طیبہ کے بارے میں میرے تاثرات یہ ہیں:

''اے عرب کی سرزمین مقدس تجھ کو مبارک ہو تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا۔ مگر ایک یتیم بچے (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا جانے تجھ پر کیا فسوں پڑھا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب وتمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔

اے پاک سرزمین!

تو وہ جگہ ہے جہاں سے باغ کے مالک نے خود ظہور کیا تا کہ گستاخ مالیوں کو باغ سے نکال کر پھولوں کو ان کے نامسعود پنجوں سے آزاد کرے۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقش قدم دیکھے ہیں اور تیری کھجوروں نے ہزاروں ولیوں اور مسلمانوں کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھا۔ کاش میرے جسم کی خاک تیری ریت کے ذرّوں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اڑتی پھرے اور یہی آوارگی

میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش میں تیرے صحراؤں میں لٹ جاؤں اور دنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہو کر تیری تیز دھوپ میں چلتا ہوا اور پاؤں کے آبلوں کی پرواہ نہ کرتا ہوا اس پاک سرزمین میں جا پہنچوں جہاں کی گلیوں میں بلال کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی۔''

(۱۹۰۵ء میں حجاز سے قریب سے گزرتے ہوئے یہ تاثرات قلم بند کیے)

(بحوالہ فتراکِ رسول)

انہی فضائل مدینہ کو میں نے نظم بھی کیا ہے:

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰ
دید ہے کعبہ کو تیری حج اکبر سے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

(بانگِ درا: ۱۵۷)

سوال: بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا جنت میں انتخاب کے لیے کہا جائے تو؟

اقبال: میرا انتخاب بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔

گراں جو مجھ پہ ہنگامۂ زمانہ ہوا!
جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو
کہا حضور نے اے عندلیب باغ حجاز
کلی کلی ہے تری گرمیٔ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوش جام ولا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تیری غیرت سجود نیاز
اڑا جو لیتی ہے دنیا سے تو سوئے گردوں
سکھائی تجھ کو ملائک نے رخصت پرواز
نکل کے باغ جہاں سے برنگ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کر تو آیا؟

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ وگل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(بانگ درا: ۲۱۸، ۲۱۹)

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور
اس بیاباں یعنی بحر خشک کا ساحل ہے دور
ہم سفر میرے شکار دشنۂ رہزن ہوئے
بچ گئے جو ہو کے پیدل ہوئے بیت اللہ پھرے

اس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی
موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی
خنجر رہزن اسے گویا ہلال عید تھا
''ہائے یثرب'' دل میں لب پر نعرۂ توحید تھا
خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل
شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بیباکانہ چل

بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا؟
عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا؟
خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرت مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز
گو سلامت محمل شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

آہ یہ عقل زیاں اندیش کیا چالاک ہے
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے
(بانگ درا: ۱۷۵)

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ!
خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے
مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی
جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا
جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے
کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے
سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے
تمیز لالہ و گل سے ہے نالۂ بلبل!
جہاں میں دانہ کوئی چشم امتیاز کرے
غرور زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو
کہ بندگان خدا پہ زباں دراز کرے
ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبالؔ
اڑا کے مجھ کو غبارِ رہ حجاز کرے

حَتّٰی یَمِیزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

اور

اقبال رحمتہ اللہ علیہ

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ!
زِ دیوبند حسین احمد چہ بو العجبی ایست
سرود برسر منبر کو ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ایست
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(ارمغان حجاز: ۲۷۸)

ترجمہ: ''گونگے شخص نے ابھی رموزِ دین سے آگاہی حاصل نہیں کی۔ حسین احمد دیوبندی نے بڑی بے وقوفی کی بات کی ہے۔ منبر پر چڑھ کر گا رہا ہے کہ ملتیں اوطان سے تشکیل پاتی ہیں۔ اسے چاہئے کہ اپنے آپ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان پیدا کرے۔ کیونکہ آپ ہی کی ذات مبارکہ مکمل دین ہے۔ اگر آپ کی پہچان حاصل نہ ہوئی تو ابولہب اور اس میں کوئی فرق نہیں۔''

سوال: علامہ صاحب! آپ نے مولوی حسین احمد دیوبندی کی مذمت تو کر دی ہے لیکن قادیانیت اور دیوبندیت؟

اقبال: ذرا ٹھہریں! آپ کی بات کاٹ رہا ہوں۔ میرا یقین اس حد تک ہے، قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں..... لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے

اوردونوں اس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔

(اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی، ۲۶۱، اشاعت اوّل، ناشر اقبال اکیڈمی کراچی)

سوال: ہمارے ہاں چند لوگ تبلیغ کرتے ہیں۔ مسجدوں میں قیام کرتے ہیں۔ جہاد کا نام لینے سے بھی ڈرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

اقبال: یہ لوگ انگریز کا مشن مکمل کررہے ہیں۔ کیونکہ

فتوے ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر!
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر
تیغ و تفنگ دست مسلماں میں ہے کہاں؟
ہوں بھی تو دل ہے موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ ذرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر!
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

(ضرب کلیم: ۲۸)

سوال: علامہ صاحب! نجدی لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

اقبال: یہ شیطان کی سوچ ہے۔ یہ بات میں بہت پہلے عرض کر چکا ہوں۔

کرے یہ کافر ہندی بھی جرأت گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصالِ مصطفوی، افتراق بولہبی!

(ضرب کلیم : ۶۳)

سوال: نزول امام مہدی کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان فرمائیں۔

اقبال: امام مہدی کے نزول ہی سے اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔

دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار!

(بال جبریل: ۴۴)

سوال: قرآن کی تفسیر بالرائے کے بارے میں ارشاد ہو۔

اقبال: میں اسے غلط سمجھتا ہوں۔ یہ تو اپنی شریعت گھڑنے کے مترادف ہوا۔

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

(بال جبریل: ۶۲)

سوال: مردِ مومن کون ہے؟

اقبال: ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریل امیں بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن!
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

(بال جبریل: ٦٠)

سوال: زنانہ قیادت کے بارے میں ارشاد فرمائیں؟

اقبال: سنیں! میں بے پردہ عورت کو بے غیرتی کی علامت سمجھتا ہوں؟

اک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی!
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

(ضربِ کلیم: ۹۶)

عالمِ اسلام کے سربراہ

کل ایک شوریدہ خوابِ گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں!
یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں!
غضب ہیں یہ مرشدانِ خودبیں خدا تیری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں!
سنے گا اقبال کون تیری یہ انجمن ہی بدل گئی ہے!!
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں!

(بانگِ درا: ۱۶۲)

زیاراتِ قبور واختیارات اولیاء اکرام

اور

اقبال رحمتہ اللہ علیہ

عبدالعزیز بن سعود نجدی سے خطاب

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست
کہ باشی تا ابد اندر بر دوست
سجودے نیست اے عبد العزیز ایں
بروبم از مژہ خاک در دوست

(ارمغان حجاز: ۱۱۶)

ترجمہ: اے ابن مسعود نجدی تو بھی ساغر دوست سے وہ شراب عشق پی تا کہ ہمیشہ محبوب کے پہلو میں رہے۔
میں یہاں سجدہ نہیں کر رہا بلکہ محبوب کے دروازے کی خاک اپنی پلکوں سے صاف کر رہا ہوں۔

سوال: علامہ صاحب!
آپ کی ابن تیمیہ کے بارے میں کیا رائے ہے یہ شخص مدینہ کی طرف سفر کو حرام کہتا ہے۔ جب کہ اس کے دیگر عقائد بھی مسلمانوں کے برعکس ہیں۔

جواب: اقبال۔

اسی مسئلہ پر میری محمد حسین عرشی سے بات ہوئی تھی۔ میری رائے اس معاملہ میں عرشی کی زبانی سنیں۔

ایک صحبت میں میں نے علامہ ابن جوزی کی ''تلبیس ابلیس'' کا ذکر کیا۔ اس میں مصنف نے کامل جرأت اور پاک دلی سے ابلیس کے ہتھکنڈوں اور مقدس مذہبی جماعتوں پر اس کے اثرات کی وضاحت کی ہے۔ اس ضمن میں اس نے صوفیاء کے معائب بھی دل کھول کر بیان کئے ہیں۔ میں نے اس حصہ کا کچھ ذکر کر کے علامہ کی رائے دریافت کی۔ آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا میں نے کہا علامہ ابن تیمیہ کی روش بھی تصوف کے خلاف ابن جوزی سے کچھ کم نہیں، آپ نے اس پر بھی کچھ ایسے الفاظ فرمائے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ بعض لوگ حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور نظر بر ظاہر عیب چینی شروع کر دیتے ہیں۔

(ملفوظاتِ اقبال ص ۵۳)

حکایت اقبال:

دہلی تو گیا تھا اور دو دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ پر بھی حاضر نہ ہو سکا۔ انشاء اللہ پھر جاؤں گا اور اس آستانہ کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس آؤں گا۔

(مکاتب اقبال ص ۱۹۲)

حکایت اقبال:

مرزا جلال الدین کہتے ہیں:

ایک مرتبہ پانی پت کے چند اشخاص نے مجھے اپنے مقدمے میں وکیل کیا یہ اصحاب حضرت خواجہ غوث علی شاہ صاحب قلندر پانی پتی کے سجادہ نشین حضرت سیّد گل حسین شاہ صاحب مؤلف تذکرہ غوثیہ کے مرید تھے۔ اس زمانہ میں شاہ صاحب کی روحانیت کا بڑا شہرہ تھا۔ میرے مؤکل جب لوٹنے لگے تو میں نے شاہ صاحب کو سلام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ کبھی پانی پت کی طرف آنے کا موقع ملا تو ضرور حاضر خدمت ہوں گا۔ دو تین ماہ بعد اچانک انہیں اصحاب میں سے ایک صاحب میرے پاس تشریف لائے، ان دنوں وہ

امرتسر میں مقیم ہیں۔ اگر تم ان سے ملنا چاہو تو میرے ساتھ چلو تو میں نے شاہ صاحب کے جائے قیام کا پتہ دریافت کر کے انہیں تو رخصت کیا اور خود ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچا۔ وہ بھی چلنے کو تیار ہو گئے۔ اتنے میں سر ذوالفقار علی خاں تشریف لے آئے اور ہم تینوں ٹرین پر سوار ہو کر امرتسر پہنچے۔ راستے میں یہ طے پایا کہ شاہ صاحب پر ڈاکٹر صاحب اور سر ذوالفقار علی خاں صاحب کی شخصیت کا اظہار نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب کو یہ دیکھنا مطلوب تھا کہ آیا شاہ صاحب بھی اپنے کشف سے ان کی شخصیت کو تاڑ لیتے ہیں یا نہیں۔ ہم شاہ صاحب کے پاس پہنچے تو میرے موکلوں میں سے ایک نے میرا تعارف کرایا اور میں نے اپنے رفقاء کو شیخ صاحب اور خاں صاحب کے مختصر ناموں کے ساتھ پیش کیا۔

دورانِ گفتگو میں شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ میں سے کوئی صاحب شعر بھی کہتے ہیں۔ یہ سوال اپنی تمام تر سادگی کے باوجود ہمارے لیے حد درجہ اہم تھا۔ اس لیے نواب صاحب اور میں کنکھیوں سے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔ نواب صاحب نے ٹال دینے کی نیت سے جواب دیا۔

شاہ صاحب جہاں تک شعر سے لطف اندوز ہونے کا تعلق ہے ہم بھی اہل پنجاب کی ادبی روایات کے تھوڑے بہت حامی ضرور ہیں مگر شاہ صاحب اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے کہنے لگے مجھے بھی یہ محسوس ہو رہا ہے کہ گویا آپ میں سے کوئی صاحب شاعر ضرور ہیں۔ اب میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں نے بھی پشیمانی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا نام شاہ صاحب کو بتایا۔

ڈاکٹر صاحب کا نام سن کر مسکرانے لگے۔ پھر بولے میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ آپ میں سے یہی حضرت شاعر ہیں۔ اس کے بعد دیر تک شاہ صاحب ڈاکٹر صاحب کی نظموں کے متعلق خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔ ہم چلنے کی نیت سے اُٹھنے لگے تو ڈاکٹر صاحب نے شاہ صاحب سے کہا کہ عرصہ سے سنگ گردہ کے مریض ہیں وہ ان کے لیے یہ دعا کریں

کہ انہیں اس شکایت سے نجات ملے۔ شاہ صاحب کہنے لگے بہت اچھا لیجئے آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ آپ بھی ہاتھ اُٹھائیں۔ دعا کے بعد ہم نے اجازت لی، اور لاہور کی ٹرین میں سوار ہو گئے، راستہ میں ڈاکٹر صاحب پیشاب کی نیت سے غسل خانہ میں تشریف لے گئے واپس آئے تو ان کے چہرہ پر حیرت واستعجاب کے آثار نظر آ رہے تھے کہنے لگے عجیب اتفاق ہوا ہے۔ پیشاب کے دوران مجھے یوں محسوس ہوا، گویا ایک چھوٹا سنگ ریزہ پیشاب کے ساتھ خارج ہو گیا ہے مجھے اس کے گرنے کی آواز تک سنائی دی اور اس کے خارج ہوتے ہی طبیعت کی گرانی جاتی رہی۔ (ملفوظات اقبال ص ۷۱۔۷۳)

سوال: بعض لوگ روحانی بزرگوں کے بارے میں تشکیک کا شکار ہیں۔ آپ کا تصرف اولیاء کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔

اقبال: میں اولیاء اللہ ہی کے راستے کو پسند کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جواں مرد
جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا
ہنگامے ہیں میرے تیری طاقت سے زیادہ
بچتا ہوا بن گاہِ قلندر سے گزر جا
میں کشتیؔ و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا
توڑا نہیں جادو میری تکبیر نے تیرا
ہے تجھ میں مکر جانے کی جرأت تو مکر جا
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

(ضرب کلیم: ۴۰)

سوال: فقر کیا ہے؟ بعض لوگ فقر کو ڈھونگ سمجھتے ہیں؟

اقبال: میرے نزدیک فقر ہی توحید خالص ہے۔

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگر دار
اس بیعت کا یہ مصرع اوّل ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار
ہے فکر مجھے مصرع ثانی کی زیادہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
یا خالد جانباز ہے یا حیدرِ کرار

سوال: کیا فقط تبلیغ سے تقدیر بدل سکتی ہے؟ جیسا کہ ایک جماعت تبلیغ ہی کو دین سمجھتی ہے؟

اقبال: تقدیر جہاد سے بدلا کرتی ہے۔

دفعتہً جس سے بدل جاتی ہے تقدیر امم
ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقل حکیم
ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیر محمد، کبھی چوبِ کلیم

سوال: امت مسلمہ کے اتحاد کا کیا نقشہ ذہن میں آتا ہے؟

اقبال: دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے اس خواب کی تعبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمر اُٹھے
اس روز ان کے پاس درہم تھے کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسول امیں کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمرؓ!
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گذار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمن و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

بولے حضور چاہئے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے خدا کا رسول بس
(بانگ درا: ۲۲۴)

شہہ مرداں علی رضی اللہ عنہ

سوال: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

اقبال: مسلم اوّل شہ مرداں علی
عشق را سرمایہ ایماں علی
از ولائے دود مانش زندہ ام
در جہاں مثل گہر تابندہ ام
نرگس وارفتہ نظارہ ام
در خیابانش چو بو آوارہ ام
خاکم واز مہر او آئینہ ام
میتواں دیدن نوادر سینہ ام
از رُخ او فال پیغمبر گرفت
ملت حق از شکوہش فر گرفت

(اسرار و رموز: ۱۲۰)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مسلمان اور تمام مسلمان مردوں کے شہنشاہ ہیں۔ آپ سے عشاق کے عشق کو ایمان کا سامان میسر آتا ہے۔

آپ کی ولایت کی خوشبو سے میں زندہ ہوں اور دنیا میں موتی کی طرح چمک رہا ہوں۔ آپ کو دیکھ کر میرے دل کی کلی کھل اٹھتی ہے اور میں آپ کی ولایت کے باغ میں خوشبو کی طرح گھوم رہا ہوں۔

میں خاک ہوں اور آپ کا نور مبارک میرا آئینہ ہے۔ ہر کوئی میرے سینے سے اس آواز محبت کو سن سکتا ہے۔

تو آپ کے چہرۂ مبارک سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اصل کو پا سکتا ہے۔ اور امت مسلمہ آپ کی شان عظمت سے بلندی کو حاصل کر سکتی ہے۔"

میری نظر میں یہی ہے جمالِ زیبائی
کہ سر بسجدہ ہیں قوت کے سامنے افلاک
میرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی
تیرے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک

سوال: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آپ کی محبت وعقیدت کیا کہتی ہے؟

اقبال: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں عرض کیا ہے:

نور چشم رحمتہ للعالمین
آں امام اوّلین و آخریں
بانوے آں تاجدار ہل اتی
مرتضٰی، مشکل کشا، شیر خدا
مادرِ آں مرکز پرکارِ عشق۔!
مادرِ آں کارواں سالارِ عشق۔!
مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوہ کامل بتول
آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا

گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بہ دامان نیاز
اشک اور برچید جبریل از زمین!
ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں

(رموز بے خودی: ۳۳۲)

ترجمہ: ''آپ امام اوّلین و آخریں و رحمتہ للعالمین کی آنکھوں کا نور ہیں۔ آپ مولا علی، شیر خدا، مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔
آپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ اور عشق کے کارواں کے سالار کی والدہ محترمہ بھی ہیں۔
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تسلیم کی کھیتی کا پھول ہیں اور ساری کائنات کی ماؤں کے لیے آپ کا اسوہ قابل اتباع ہے۔
آپ نے ادب کے ذریعے صبر و رضا کی پرورش کی آپ کے لب مبارک آٹا گوندھتے وقت قرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنکھیں گریہ کناں رہتیں اور ان سے مسلسل آنسو رواں رہتے۔
آپ کے آنسو مبارک زمین سے گرنے سی قبل جبریل امیں اس طرح چن لیتے تھے۔ جیسے شبنم آسمان سے گرتے ہی چن لی جاتی ہے۔''

سوال: علامہ صاحب! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

اقبال: چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت!
خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

بر زمین کربلا بارید و رفت!
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
سر ابراہیم و اسمٰعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزم او چوں کوہساراں استوار
پائیدار و تندسیر و کامگار
تیغ چوں از میاں بیروں کشید
از رگ ارباب باطل خوں کشید
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت!
سطر عنوان نجاتِ ما نوشت
رمز قرآں از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا افروختیم

(رموز بے خودی:۲۴۶)

ترجمہ: ''خلافت نے جب قرآن سے اپنا تعلق توڑ لیا تو آزادی کی قبا چاک ہو کر رہ گئی۔

خیر الامم کے جلو حقیقی نے اس طرح اپنا سر مبارک اٹھایا جیسے بارش برسانے والے بادل آ پہنچے ہوں۔

یہ بادل کربلا کی زمین پر برسے اور آگے بڑھ گئے۔ ان سے ویرانے میں گلاب کھلا اور خوشبو بکھر گئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی قربانیوں کا راز تھے۔ اوّل الذکر اجمالی قربانی تھی۔ اور آپ قربانی کی اصل تفصیل تھے۔

آپ کا ارادہ پہاڑوں سے زیادہ نہ صرف مضبوط تھا بلکہ پائیدار، تندسیر اور کامیاب بھی تھا۔

''لا'' کی تلوار جب میان سے باہر نکلی تو اس نے باطل کی گردنوں کا خون کھینچ لیا۔
آپ نے صحرا پر ''الا اللہ'' کی توحید کا نقش تحریر فرمایا یعنی ہماری نجات کا عنوان
اپنی قربانی دے کر تحریر فرمادیا۔
ہم قرآن کے معنی حضرت امام حسین سے سیکھتے ہیں۔ اس سے ہمارے سینوں
میں آگ کے شعلے تیز ہونے لگتے ہیں۔''

امام عاشقاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا
دنیا کے اس شہنشاہِ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلک نیل فام تھا
آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلال وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے؟
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(بانگ درا: ۲۷۲)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور اقبال

شاید یہی وجہ تھی کہ امام ابو حنیفہ نے جو اسلام کی عالمگیر نوعیت کو خوب سمجھ گئے تھے احادیث سے اعتنا نہیں کیا۔ انہوں نے اصول استحسان یعنی 'فقہی ترجیح' کا اصول قائم کیا جس کا تقاضا یہ ہے کہ قانونی غور وفکر میں ہم ان احوال وظروف کا بھی جو واقعتاً موجود ہیں باحتیاط مطالعہ کریں۔

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ فقہ اسلامی کے ماخذ کے بارے میں ان کا رویہ کیا تھا۔ رہا یہ کہنا کہ امام موصوف نے احادیث سے اس لیے اعتناء نہیں کیا کہ ان کے زمانے میں کوئی مجموعہ احادیث موجود نہیں تھا۔ سو اس سلسلے میں اوّل تو یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس زمانے میں احادیث کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ عبدالمالک اور زہری کے مجموعے امام صاحب کی وفات سے کم از کم تیس برس پہلے مرتب ہو چکے تھے۔ ثانیاً اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ امام صاحب ان مجموعوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکے، یا کہ ان میں فقہی احادیث موجود نہیں تھیں۔ جب وہ ضروری سمجھتے تو امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی طرح خود اپنا مجموعہ احادیث تیار کر سکتے تھے۔ لہٰذا بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو میری رائے میں امام موصوف نے فقہی احادیث کے بارے میں جو روش اختیار کی سرتاسر جائز اور درست تھی۔

(تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ ۲۶۶ مطبوعہ بزمِ اقبال لاہور)

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ میاں میر ولی
ہر خفی از نورِ جانِ اوجلی
برطریق مصطفیٰ محکم پے
نغمۂ عشق و محبت را نئے
تربتش ایمان خاک شہرما
مشعل نور ہدایت بہر ما

ترجمہ: حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ ایسے ولی اللہ ہیں کہ آپ کے فیض سے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔
طریق مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحکم ہو کر آپ عشق و محبت کے نغمے الاپتے ہیں۔
آپ کا مزار مبارک ہمارے شہر (لاہور) کی خاک کا ایمان ہے۔ آپ ہمارے لیے سراپا رشد و ہدایت ہیں۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

سبز بادا خاک پاک شافعی
عالمے سرخوش زتاکِ شافعی
فکر او کوکب زگردوں چیدہ است
سیف برّاں وقت را نامیدہ است
(اسرار و رموز: ۱۶۸)

ترجمہ: امام شافعی علیہ الرحمہ کے سبزۂ فکر کی کتنی زرخیز ہے کہ ایک عالم آپ کے دسترخواں علم سے فیض یاب ہو رہا ہے۔
آپ کی فکر نے آسمان سے اس مقولے کے ذریعے ستارے چنے کہ ''الوقت سیف'' (وقت ایک ننگی تلوار ہے) اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

اقبال کا داتا کون؟

سیّد ہجویر مخدوم اُمم
مرقد اوپیر سنجر را حرم
بندہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرفِ اُو بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزت اُمّ الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر اوتا بندہ گشت
داستانے از کمالش سر کنم
گلشنے در غنچۂ مضمر کنم
نوجوانے قامتش بالا تو سرد
واردِ لاہور شد از شہر مرد
گفت محصورِ صف اعدا ستم
درمیان سنگہامینا ستم
یہ دانائے کہ در ذاتش جمال
بستہ پیمان محبت باجلال
گفت اے نا محرم از راہِ حیات
غافل از انجام و آغاز حیات

سنگ چوں برخود گمان شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد
ناتواں خود را اگر رہرو شمرد
نقدِ جان خویش بار ہزن سپرد
''خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید درحدیث دیگراں''

(اسرارورموز :۱۲۹،۱۲۸)

آپ ہجویر شہر کے شہنشاہ، امت کے مخدوم ہیں آپ کی قبر مبارک سنجر کے پیر (خواجہ معین الدین چشتی اجمیری) کے لیے حرم کا مقام رکھتی ہے۔

آپ نے پہاڑوں جیسی مشکلات کو آسان جان کر سرزمین ہند میں سجدے کی تخم ریزی کی۔

آپ کے جمال سے عہد فاروقی کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ کی کتاب کشف المحجوب سے حق کی آواز بلند ہوگئی۔

آپ ام الکتاب (قرآن کریم) کی عزت کے پاسبان ہیں۔ آپ کی نگاہ سے باطل کا خانہ خراب ہوگیا۔

پنجاب کی خاک آپ کی پھونک سے زندہ ہوگئی۔ ہماری صبح آپ کے چاند کی روشنی سے روشن ہوگئی۔

آپ کے کمال کی ایک داستان سناتا ہوں۔ باغ کو پھول میں چھپانے کی کوشش کرنے لگا ہوں۔

ایک نوجوان سروقد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا وہ مرد ہے لاہور سے وارد ہوا تھا۔ وہ سرکار داتا حضور کی بارگاہ عالی میں پیش ہوا تا کہ اس کے اندھیرے روشنی میں بدل جائیں۔

اس نے کہا میں دشمنوں کے گھیرے میں پھنس گیا ہوں۔ میں ایسا جام بن گیا ہوں جس کے اردگرد پتھر ہی پتھر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اے آسمانوں کے مسافر مجھ سے ایک بات سیکھ لے زندگی کا گزران حقیقت میں دشمنوں میں رہ کر ہی ہوتا ہے۔

دانا پیر سے مل کہ اس کی ذات سے جمال ملتا ہے۔ اس سے اپنی محبت کے پیمان باندھ۔

آپ نے فرمایا۔ زندگی کے راستوں سے نامحرم شخص تو زندگی کے آغاز وانجام سے غافل ہے۔ غیروں کے خطرات سے فارغ ہو جا۔ اپنی سوئی ہوئی قوت کو بیدار کر۔

جب پتھر اپنے آپ کو شیشہ گمان کرنے لگتا ہے تو وہ شیشہ ہی بن جاتا ہے اور ٹوٹنا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

مسافر اگر خود کو کمزور جانے تو وہ اپنا مال چور کے حوالے کر دیتا ہے۔

خوش قسمت شخص وہ ہے جو محبوب کے دل میں بسے اچھی بات وہ ہے جو دوسروں کی زبان میں کہی جائے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کی نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطّہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار
باقی کلہ فقر سے تھا ولولۂ حق
طرّوں نے چڑھایا نشہ خدمت سرکار
فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آش
حلّاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مرد قلندر نے کیا راز خودی فاش

(بال جبریل:۱۵۸)

قبر کی زیارت زندگی دل کی

محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بری ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ تو ام!
چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل!
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو!
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تیری دعا سے دعا ہو وہ نردبان مجھ کو
مقام ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے
کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو
مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے!

(بانگ درا:۹۶)

خدائی فیض کے چشمے۔ بزرگوں کے دربار

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہ ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
کسی ایسے شرارے سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

(بانگ درا:۱۰۴)

سوال: مولانا رومؒ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں؟

اقبال: مولانا روم میرے مرشد معنوی ہیں۔ مسلمان اس حکیم و دانا کو ضرور پڑھیں۔

پیر رومی مُرشدِ روشن ضمیر
کاروانِ عشق و مستی را امیر
منزلش برتر ز ماہ و آفتاب
خیمہ را از کہکشاں ساز و طناب
نورِ قرآں درمیانِ سینہ اش
جام جم شرمندہ از آئینہ اش
جذبہ ہائے تازہ ادرا دادہ اند
بند ہائے کہنہ رابکشادہ اند

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق:۷)

مولانا روم علیہ الرحمہ میرے پیرو مرشد ہیں آپ روشن ضمیر بزرگ ہیں اور کاروانِ عشق مستی کے سردار ہیں۔

مولانا روم کی منزل چاند اور سورج سے بھی اونچی ہے وہ اپنے خیمے کی طنابیں کہکشاں سے باندھتے ہیں۔

آپ کے سینے میں قرآن کا نور ہے۔ آپ کے آئینے کے سامنے جمشید بادشاہ کا جام بھی شرمندہ ہے۔

آپ نے قوم کو ایک تازہ جذبہ عطا کیا۔ پرانے جالوں سے ان کی جان چھڑا دی۔

نغمۂ رومی

غلط نگر ہے تری چشم نیم باز اب تک
تیرا وجود تیرے واسطے ہے راز اب تک
تیرا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک
گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

(ضرب کلیم: ۱۳۱)